ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
جنوری ۱۹۸۹

ADARTS

JOS-1 88

ہمدرد نونہال

جمادی الاوّل	۱۴۰۹ ہجری
جنوری	۱۹۸۹ عیسوی
جلد	۳۷
شمارہ	۱
قیمت فی شمارہ	۵ رُپے
سالانہ	۵۵ رُپے
سالانہ (رجسٹری سے)	۱۰۳ رُپے

ISSN 0259 - 3734

رُکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

مجلس ادارت

صدر مجلس

حکیم محمد سعید

مدیر اعلا

مسعود احمد برکاتی

مدیرۂ اعزازی

سعدیہ راشد

فون: 616001 سے 616005 (پانچ لائنیں)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق محفوظ رکھیں۔

پتا: ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

اس رسالے میں کیا ہے

جاگو جگاؤ	جناب حکیم محمد سعید	۳
پہلی بات	مسعود احمد برکاتی	۴
نونہال بڑوں کی نظر میں	جناب احمد ندیم قاسمی	۵
گلدستہ	ننھے گل چیں	۶
پیار کے نام	جناب شان الحق حقی	۷
مومن کا عمل	جناب عتیق الرحمٰن صدیقی	۸
سائنسی اخبار	اشرف نوشاہی	۱۰
بے بات کی بات	مہر دل	۱۳
نیا سال مبارک (نظم)	جناب تنویر پھول	۱۷
دنیا کی آبادی ہیں	جناب احمد خاں خلیل	۱۸
دانہ دانہ	نونہالانِ نکتہ داں	۱۹
طب کی روشنی میں	جناب حکیم محمد سعید	۲۳
غریب ہی اچھا	مسعود احمد برکاتی	۲۷
مفید گھریلو نسخے	سیدہ ادیبہ	۲۹
مادرِ ملّت	سعد عبدالجلیل ہاشمی	۳۱
نیلا سوئٹر	محمد ظفر ایوب	۳۳
بچوں کا گیت (نظم)	جناب ضیاء الحسن ضیا	۳۷
شمع کی قربانی	نصرت شاہین	۳۸
تین شرطیں	جناب علی اسد	۴۱
امن کا خواب	مجیب ظفر انوار	۵۳
سمندری یا آبی کیچوے	جناب ڈاکٹر منظور احمد	۶۳
معلوماتِ عامہ ۲۷۳	ادارہ	۶۹
صحت مند نونہال	ادارہ	۷۰
ٹلّو کی موٹر کار	شہناز پروین	۷۱
ہمدرد انسائکلو پیڈیا	جناب علی ناصر زیدی	۷۸
بزمِ ہمدرد نونہال	مرزا ظفر بیگ	۸۱
نونہال مصوّر	ننھے آرٹسٹ	۹۲
کھِل کھِلائیے	ننھے خوش مزاج	۹۳
نونہال ادیب	ننھے لکھنے والے	۹۷
آدھی ملاقات	ننھے قارئین	۱۱۲
معلوماتِ عامہ ۲۷۱ کے جوابات	ادارہ	۱۱۸
نونہال لُغت	ادارہ	۱۲۰

جاگو جگاؤ

بعض لوگوں سے اگر کوئی بُرائی سرزد ہو جاتی ہے تو ان کو اس کا احساس ہوتا ہے، وہ اس کو اچھا نہیں سمجھتے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بُرائی کر کے بھی اس کو بُرا نہیں سمجھتے۔ یہ بات زیادہ بُری ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ اپنا محاسبہ خود نہیں کرتے، اپنا جائزہ خود نہیں لیتے۔ اگر ہر آدمی اپنا، اپنے کاموں کا جائزہ خود لیتا رہے تو اس کے خیال اور عمل کی اصلاح خود بہ خود ہوتی رہے۔ اگر انسان سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اس کو ماننا چاہیے۔ اسی طرح انسان آئندہ غلطیوں سے بچ سکتا ہے۔

قرآن ہمیں سبق دیتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کا محاسبہ خود کریں اور غور کریں کہ جو زندگی ہم گزار رہے ہیں اور جو کام ہم کر رہے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط؟ نیک ہیں یا بد؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا فرمائی ہے۔ ہمیں اپنی عقل کو سب سے پہلے اپنے اعمال کے حساب کے لیے استعمال کرنی چاہیے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ اچھائی کے خانے میں رکھے جانے کے قابل ہے یا بُرائی کے خانے میں۔ اگر ہم یہی نہیں سمجھیں گے کہ ہم نے غلط کام کیا ہے تو اس کی اصلاح کیوں کریں گے۔ ایک بیمار آدمی کو اگر یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ بیمار ہے تو وہ علاج کرنے کی کوشش کیوں کرے گا۔

جب ہمیں ایک دن اپنا حساب کرنا ہے تو بہتر ہے کہ یوم حساب سے پہلے خود بھی اپنا حساب کرتے رہیں۔ سارا جھگڑا تو یہی ہے کہ ہمیں اپنی غلطیوں کا احساس اور اعتراف نہیں ہے۔ ہمیں صرف دوسروں کی غلطیاں نظر آتی ہیں۔ اگر روزانہ رات کو سونے سے پہلے دن بھر کا حساب کر لیا کریں تو دوسرا دن بڑا اچھا اور اچھائیوں میں گزرے گا۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

پہلی بات

جنتری کا ایک اور ورق پلٹ گیا۔ ایک سال اور گزر گیا۔ نئی صدی سر پر آن پہنچی۔ صرف بارہ سال رہ گئے۔ ہمارا پاکستان پچھلے سال بعض تکلیف دہ حادثوں سے دو چار ہوا، لیکن اللہ کا شکر ہے عام انتخابات ہو گئے اور ہمیں اپنے نمائندے چُننے کا موقع ملا۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ امید ہے کہ ہماری چُنی ہوئی حکومتیں ہمارے پاکستان کے لیے اچھے اچھے کام کریں گی۔ ہمیں بھی اچھے کام کرنے چاہییں اور اچھے کاموں میں اپنی حکومتوں کی مدد کرنی چاہیے۔

ہر نیا سال زندگی کا ایک نیا عنوان ہوتا ہے۔ ہم نے بھی نئے سال سے ہمدرد نونہال کے کچھ عنوان بدلے ہیں۔ کچھ نئے عنوان سوچ رہے ہیں۔ بعض مستقل عنوانوں کے بارے میں غور کر رہے ہیں کہ کیا ان کو ختم کر دیں یا اُن کا انداز کچھ بدلیں۔ معلومات عامہ بہت مقبول سلسلہ ہے۔ اس کو شروع کیے ۲۳ سال ہونے کو آئے۔ اس وقت جو بچے پیدا ہوئے تھے، وہ اب ماشاءاللہ گریجویٹ ہو چکے ہیں۔ کیا اب اس کو بند کر دیں؟ یا پھر کس انداز سے جاری رکھیں؟ آسان سوالات دیں تو نونہالوں کی معلومات کیسے بڑھے گی اور مشکل سوالات دو تو شکایتیں سنو۔ کیا سوالات کی شکل ختم کر دیں صرف معلومات دیں؟ نونہال میری رہنمائی کریں۔ قسط وار کہانی؟ ہاں ضرور، ضرور، آئندہ شمارہ غور سے دیکھنا۔ شاید اس میں پہلی قسط مل جائے۔ اچھا یہ بتائیے نئے عنوانات پسند آئے؟

یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ بعض مستقل عنوانات ہر مہینے شائع نہ کیے جائیں۔ مثلاً اخبارِ نونہال، صحت مند نونہال، نونہال مصور وغیرہ۔ اگر "طب کی روشنی میں" ایک مہینہ بیچ شائع کیا جائے تو نونہال اور خواتین ناراض تو نہیں ہوں گی؟ ہمارے محترم حکیم محمد سعید صاحب کو وقت کم ملتا ہے، لیکن نونہالوں سے انھیں جو محبت ہے اس کی بنا پر وہ جوابات لکھ دیتے ہیں۔ بہرحال پہلے آپ اپنی رائے بتائیے۔ اور ہاں "امن کا خواب" پڑھ کر حکیم صاحب کو ستّرویں سال میں داخل ہونے کی مبارک باد دینے کے ساتھ ساتھ ان کی درازیِ عمر کی دُعا کرنا نہ بھولنا۔ اللہ حافظ۔

مسعود احمد برکاتی

نونہال بڑوں کی نظر میں

اردو زبان کے ممتاز ادیب، شاعر، افسانہ نگار اور صحافی جناب احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

"ہمدرد نونہال کا خاص نمبر میں اپنے نواسے کے حوالے کرنے سے پہلے خود پڑھتا ہوں اور قریب قریب پورا پڑھتا ہوں۔ یہ اَمر اِس بات کی شہادت ہے کہ آپ نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور دل چسپ اور معیاری پرچہ مرتّب کرتے ہیں۔ بچّوں کا رسالہ مرتّب کرنا اور مسلسل ۳۵ سال تک مرتّب کرتے رہنا اور اس کے معیار کو مسلسل نکھارتے چلے جانا آپ کا کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔

میں ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء تک بچّوں کے مشہور ہفتہ وار اخبار "پھول" کا مدیر رہ چکا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ بچّوں کے لیے لکھنا اور ان کی پسند کا پرچہ مرتّب کرنا کتنا بڑا کام ہے۔ لوگ آپ کی اِس خدمت کی شہادت نہیں دیتے تو تاریخِ ادب دے گی۔"

گُل دستہ

● حضور اکرمؐ : تین دعائیں ایسی ہیں جو قبول ہو کر رہتی ہیں۔ ان کے قبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مظلوم کی دُعا، مسافر کی دُعا اور وہ دُعا جو باپ اپنے بیٹے کے لیے کرے۔ مرسلہ: گل شبیر علی سنی، پشاور

● حضرت سلیمانؑ : قناعت بدن کو تازگی بخشتی ہے اور حسد بدن کو گلا دیتا ہے۔

مرسلہ: سید موسیٰ رضا، کراچی

● حضرت عثمان غنیؓ : تمھارے حاسد کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ تمھاری خوشی کے وقت بے چین ہو جائے۔ مرسلہ: عمران قریشی، کراچی

● امام رازیؒ : مجلس میں زبان پر، غصّے میں ہاتھ پر اور دستر خوان پر بیٹھ کر اپنی بھوک پر قابو رکھو۔

مرسلہ: محمد اکرم سیالوی، وکیل والا

● مولانا رومؒ : جس شخص کے دل میں لالچ قبضہ جما لیتا ہے وہ ہمیشہ قناعت اور دل کے اطمینان کی دولت سے محروم رہتا ہے۔

مرسلہ: ظفر احمد قریشی، ٹنڈو الہ یار

● سقراط : نیک انسان کو موت کے بعد بھی کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

مرسلہ: دیا رام مکوانہ، میرپور خاص

● بقراط : غریب، امیر کا اتنا محتاج نہیں ہوتا جتنا امیر غریب کا ہوتا ہے۔ غریب کے بغیر امیر کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔ مرسلہ: محمد جہاں زیب مغل، ملتان

● بائٹرن : یہ دنیا ایک عظیم موسیقار کے نغمے کی گونج ہے۔ انسان کے پاس صرف سُننے کا شوق ہونا چاہیے۔

مرسلہ: عابدہ ابراہیم خاں، کراچی

● ولسن : ناکام اور کم ہمّت لوگ یہی کہتے ہیں کہ کامیابی صرف قسمت سے حاصل ہوتی ہے۔

مرسلہ: صلاح الدین عباسی، سکھر

● ٹوانی : میں ہر روز محنت، ذہانت، ہمّت، دیانت، فراست اور ہدایت کی دُعا مانگتا ہوں۔

مرسلہ: محمد آصف اقبال، کراچی

● مارٹن : جھوٹ بولنا، سچّی بات کہنے سے زیادہ مشکل کام ہے۔ سچ بولنے میں یہ فائدہ ہے کہ یہ یاد رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ آپ نے کیا کہا تھا۔

مرسلہ: حسن مہدی خراسانی، کراچی

● ایڈیسن : کام سے غلطی، غلطی سے تجربہ، تجربے سے عقل، عقل سے خیال اور خیال سے نئی چیزیں وجود میں آتی ہیں۔

مرسلہ: محمد اعجاز خان بابرزئی، جام شورو

پیار کے نام

شان الحق حقّی

بستی میں اِک دوست ہمارے اُلفت نام کے رہتے ہیں
پیار سے جن کو سب گھر والے اُلّو اُلّو کہتے ہیں
اصلی نام ہے اُلفت خاں اور پیار کا نام پڑا ہے اُلّو
دیکھنے میں تو اچھے خاصے، پوچھو نام، تو کیا ہے، اُلّو!
اُلّو بیٹا، کھانا کھا لو، بیٹھ گئے وہ کھانا کھانے
اُلّو بھیّا سودا لا دو، دوڑ گئے وہ سودا لانے
پھیل چکا ہے عرف اُلفت کا مشکل ہے اب اس پر قابو
بڑے ہوئے تو کہلائیں گے اُلّو چاچا، اُلّو بابو
اور اِک روز بنیں گے دولھا، لائیں گے دلہن شادی کر کے
لیکن میں یہ سوچ رہا ہوں، کیا کہلائیں گے ان کے بچّے
پلٹیں گے ناموں کی کایا خوب چلن ہے یہ دنیا کا
بلّی ہے بلقیس کی گت اور اُلّو ہے الفت کا خاکا
اور بھی عرف سُنے ہیں ہم نے چھَبّن چھُٹّن، بی پو، ٹنکی
بِلّو، گلّو، مانو، مینا، کیٹی، کُلّو، ٹیڈی، منکی
آدمیوں کے نام بھلا کیوں جانوروں کے نام پہ رکھیں
لوگ کہیں فقرے نہ اُچھالیں نام نہ عرف عام پہ رکھیں

مومن کا عمل

عتیق الرحمٰن صدیقی

اللہ کے بہترین ناموں میں ایک نام المؤمن بھی ہے۔ المؤمن کا مادہ امن ہے جس کے معنی خوف سے محفوظ رہنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس معنی میں المؤمن کہا گیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو امن دینے والا ہے اور اس کا امن ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کے لیے ہے۔ اس کے بندے اس پر ایمان لائیں اور اس کی یہ صفت اپنا لیں تو وہ مومن کہلائیں گے۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے مال اور اپنی جانیں محفوظ سمجھیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مومن اپنے بھائی کی بھلائی چاہتا ہے۔ وہ نہ اُسے تکلیف دیتا ہے اور نہ کبھی اس کا حق مارتا ہے۔ اس کی مثال تو سبز درخت کی سی ہے جس کے پتّے نہیں گرتے اور سایہ نہیں ہٹتا۔ وہ اپنے مومن بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

مگر آج مسلمانوں کا معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔ مومن کہلاتے ہوئے بد امنی اور انتشار کی راہوں پر چل نکلے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ آپس میں یوں دست و گریباں ہوتے ہیں جیسے اُن میں مدّتوں سے دشمنی چلی آ رہی ہے۔ دھوکا بھی دیتے ہیں اور زیادتی بھی کرتے ہیں۔ دِل کے چھوٹے پن کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

قرآن کی زبان میں اس بیماری کا نام "شحِّ نفس" ہے جس کے معنی ہی بخل، بد خلقی اور دِل کے چھوٹے پن کے ہوتے ہیں۔ یہ اتنی بڑی بُرائی ہے کہ اس سے بچ جانے کو قرآن مجید نے کام یابی کی ضمانت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی تنگی کو بد ترین انسانی اوصاف میں شمار کیا ہے، اس لیے کہ یہی فساد کی جڑ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، "شح یعنی تنگ دِلی سے بچو، کیوں کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اسی نے ان کو ایک دوسرے کا خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیے

حلال کہنے پر اُکسایا۔ اس نے ان کو ظلم پر آمادہ کیا اور انھوں نے ظلم کیا۔ نافرمانی کا حکم دیا اور انھوں نے نافرمانی کی۔ قطع رحمی کرنے کے لیے کہا اور انھوں نے قطع رحمی کی"۔

مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایمان اور شح نفس کسی کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے صحابی حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ بُخل اور بد خلقی دو ایسی خصلتیں ہیں جو کسی مسلمان کے اندر جمع نہیں ہو سکتیں۔

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے ساتھ جس رشتے میں جوڑ رکھا ہے وہ ایمان کا رشتہ ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں حقیقی ایمان ہو تو وہ ان سب لوگوں کا بھلا چاہے گا جو ایمان کے رشتے سے اس کے بھائی ہیں۔ ان کے لیے بغض اور نفرت اس کے دل میں اسی وقت جگہ پائے گی جب کہ اس کی نظر میں ایمان کی اہمیت کم ہو جائے۔ رسول اکرمؐ کے صحابی حضرت انسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ نبی اکرمؐ تین روز تک اپنی مجلس میں یہ ارشاد فرماتے رہے کہ اب تمھارے سامنے ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو جنّتی ہے اور ہر بار آنے والے ایک ہی صاحب ہوتے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو یہ جستجو پیدا ہوئی کہ آخر یہ صاحب کون سا ایسا عمل کرتے ہیں کہ حضورؐ بار بار انھیں یہ خوش خبری سُنا رہے ہیں۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے تین روز تک ان کے ہاں جا کر رات گزارتے رہے تاکہ ان کی عبادت کا حال دیکھیں۔ مگر انھیں تین دنوں میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ مجبوراً ان صاحب سے پوچھا کہ آپ کون سا ایسا عمل کرتے ہیں کہ ہم نے حضورؐ سے آپ کے بارے میں یہ بشارت سُنی ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ میری عبادت کا حال تو آپ دیکھ چکے ہیں۔ البتہ ایک بات ہے۔ شاید وہ اس خوش خبری کا باعث بنی ہو۔ وہ یہ کہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کوئی کپٹ یا میل نہیں رکھتا اور نہ کسی ایسی بھلائی پر جو اللہ نے اسے عطا کی ہو اس سے حسد کرتا ہوں۔ ایک دوسری حدیث میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ مومن تو اُلفت و محبّت کا مرکز ہے اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے اُلفت نہیں کرتا اور دوسرے اس سے اُلفت نہیں کرتے۔

گویا مومن کی شان یہ ہے کہ وہ خود دوسروں سے محبّت کرے اور دوسرے اس سے محبّت کریں اور مانوس ہوں۔ اگر کسی شخص میں یہ بات نہیں تو گویا اس میں کوئی خیر نہیں۔ نہ وہ دوسروں کو نفع پہنچا سکے گا اور نہ دوسرے لوگ اس سے نفع اُٹھا سکیں گے۔

سائنسی اخبار

اشرف نوشاہی

بلیوں سے بڑے چوہے

بلونگا کے مقام پر نومبر ۱۹۸۷ء میں بلیوں سے بڑے چوہے دیکھے گئے۔ یہ عجیب مشاہدہ ایک ماہرِ ماحولیات ٹوٹائر نے کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک چوہے کا وزن ۵ کلو گرام تھا، جو اس بات کی علامت ہے کہ حیوانیاتی توازن درہم برہم ہو رہا ہے۔

زمین سے بھی بڑی دُور بین

امریکا میں کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ کے فلکیات دانوں نے ایک ایسی دُور بین بنالی ہے جو زمین سے بھی بڑی ہے۔ اس کا قطر گیارہ ہزار میل بنتا ہے، جب کہ زمین کا قطر ۷۹۲۷ میل ہے۔ ان کے اس تجربے کو ناسا نے مالی امداد دی۔ یہ تجربہ ریڈیائی فلکیات میں انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ یہ ایسے ممکن ہوا کہ انھوں نے حساس ریڈیو ڈش (جیسی ریڈار میں ہوتی ہے) اور ایک مصنوعی سیارے کو منسلک کر دیا۔ ان میں سے ایک ڈش جاپان اور دوسری آسٹریلیا میں ہے اور ان کا الگ الگ تعلق مصنوعی سیارے سے ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر ایک بہت بڑے قطر کی ڈش اور دُور بین بنانا ممکن ہو گیا۔

زمین کے اندر کا نقشہ

کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ کے ہارورڈ اور ایم آئی ٹی نامی دو ارضیات دانوں نے زمین کے اندر کا نقشہ ان لہروں کی مدد سے تیار کر لیا ہے جو ۱۹۷۰ء کی دہائی میں زلزلوں سے پیدا ہوئی تھیں۔ ان لہروں کے رِکارڈ پر کمپیوٹر کے عمل سے جو نقشہ تیار کیا ہے اس کے مطابق زمین کی سطح سے دو ہزار

میل نیچے پگھلی ہوئی چٹانوں کے لمبے سلسلے دفن ہیں۔ یہ پہاڑیاں اور وادیاں دراصل اُبھار اور نشیب ہیں جو زمین کے مائع خول (جسے پہلے ایک ہموار خول سمجھا جاتا تھا) اور اس کے نیم ٹھوس بیندرے کے درمیان واقع ہیں۔ ان کے نقشے کے مطابق ۶ میل اونچی اور ۶۰۰ میل وسیع پہاڑی اور وادی بھی زمین کی تہ میں دفن ہے۔

بیسویں صدی کا آخری سورج گرہن

مکمل سورج گرہن کو صدیوں سے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ دن اچانک رات میں ڈھل جاتا ہے۔ ستارے وقت سے پہلے چمکنے لگتے ہیں، جو عجیب لگتا ہے۔ آج کا انسان سائنس کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کے لیے سورج گرہن ایک ایسی کیفیت ہے جو زمین اور سورج کے درمیان چاند کے آجانے پر پیدا ہوتی ہے۔ یہ کیفیت عموماً ۱۸ یا ۲۰ برس بعد پیدا ہوا کرتی ہے اور اب ۲۰ ویں صدی میں کبھی واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ ۲۳ ستمبر ۱۹۸۷ء کو واقع ہو چکی ہے اور صدی کے ختم ہونے میں صرف ۱۲ برس اور رہ گئے ہیں۔ ۲۰ ویں صدی کا یہ آخری سورج گرہن اوکناوا (جاپان) میں مکمل اور پاکستان میں جزوی طور پر نظر آیا۔

دسواں شمسی سیّارہ

ہماری زمین جس نظامِ شمسی کا سیّارہ ہے اس میں اب تک اس کے ۸ ساتھی اور تھے، یعنی مرّیخ، زہرہ، مشتری، یورینس، نیپچون، پلوٹو، زحل اور عُطارِد۔ لیکن اب اس کے ایک نئے ساتھی کے موجود ہونے کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ پہلے بھی تو رفتہ رفتہ شمسی سیّارے دریافت ہوتے رہے ہیں، اس لیے اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ پلوٹو سب سے آخر میں ۱۹۳۰ء میں دریافت ہوا۔ اس سے پہلے یورینس ولیم ہرشل نے ۱۳ مارچ ۱۷۸۱ء کو دریافت کیا تھا۔ نیپچون ۱۸۴۶ء میں دریافت ہوا۔ اسی طرح ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء میں بھیجی گئی خلائی مہموں پایونیر دس اور پایونیر گیارہ نے دسویں سیّارے کی موجودگی ظاہر کی ہے۔ ان کی بھیجی ہوئی معلومات کی بنیاد پر یہ معلوم ہوا ہے کہ یورینس اور نیپچون کے مَداروں میں انحراف موجود ہے، جس کی وجہ ایک دسویں سیّارے کی موجودگی ہے۔ اس سوال کے جواب میں کہ اگر یہ دسواں سیّارہ موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا۔ سائنس داں کہتے ہیں

کہ وہ اس وقت زمین سے بہت زیادہ فاصلے پر ہے۔ خیال ہے کہ یہ سیارہ بیضوی شکل کا ہے اور اس کا مدار بہت طویل ہے۔ پھر وہ پلوٹو سے بھی پرے ہے، اس لیے اس کا نظر آنا ممکن ہے۔ سائز کے لحاظ سے یہ سیارہ زمین سے پانچ گنا ہے اور ۸۰۰ برس میں ایک چکّر مکمل کرتا ہے۔ سائنس داں مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔

شمسی توانائی سے چلنے والی پہلی کشتی

۱۹۸۷ء میں جنرل موٹرز نے ایک ایسی ڈونگا نما کشتی تیار کی ہے جو شمسی توانائی سے چلے گی۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے۔ اسے ۱۹۵۰ میل کی سمندری ریس کے لیے کیلیفورنیا امریکا میں بنایا گیا ہے اور اس پر لاکھوں ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ کشتی کا دِل ایک ایسی برقی موٹر ہے جو دو ہارس پاور کی مسلسل قوت فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اس ادارے کے تیار کردہ جدید ترین مقناطیس اور انتہائی کم وزن المونیم ٹیوب بھی استعمال ہوئے ہیں۔ شمسی پینل شمسی توانائی کو بجلی میں تبدیل کر کے موٹر چلاتے ہیں۔

مہر دل، سرڈھیری

بے بات کی بات

امام دین اور مہر دین کو مقدمہ لڑتے ہوئے دو سال کا عرصہ ہو گیا تھا مگر مقدمہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ امام دین کو اس کے وکیل نے یہ اطمینان دلا دیا تھا کہ تمھارا کیس بہت وزنی ہے اور فیصلہ تمھارے ہی حق میں ہو گا۔

دوسری طرف فضل دین کو اس کے وکیل نے سبز باغ دکھاتے ہوئے اس کا دامن خوشیوں سے بھرنے کی خوش خبری سنائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ جب وہ مقدمہ جیت جائیں گے تو سارے مقدمے کا ہرجانہ بھی امام دین سے وصول کیا جائے گا۔ جب ہی تو امام دین نے مقدمہ جیتنے کی اُمید پر اپنی زمین کے کچھ ٹکڑے فروخت کر دیے تھے اور فضل دین نے اپنا آبائی گھر گروی رکھ دیا تھا۔

گاؤں کے لوگوں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان صلح کرا کے ہی دم لیں گے۔ اس لیے ان سب نے آپس میں مشورہ کر کے یہ مقدمہ سوشل ویلفیئر سوسائٹی کے سامنے پیش کر دیا۔ اس سوسائٹی نے اپنی ایک خاتون کارکُن کو اس مقدمے کے بارے میں ساری معلومات حاصل کرنے کی ہدایت کی اور اس سے کہا کہ دونوں کے گھر جا کر جھگڑے کی اصل وجہ معلوم کرے۔ یہ سوسائٹی امن پسند، روشن خیال اور سُلجھے ہوئے نوجوانوں نے بنائی تھی۔ اس میں رضا کار خواتین بھی شامل تھیں۔ اس سوسائٹی نے گاؤں کے بہت سے جھگڑے ختم کرائے تھے۔

اس سوسائٹی کے لوگوں نے ایک سوال نامہ تیار کیا اور خاتون کارکن کے حوالے کر دیا۔ سوال نامہ ساتھ لے کر خاتون پہلے امام دین کے گھر میں داخل ہوئی اور امام دین کی بیوی کو سلام کیا۔

امام دین کی بیوی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا، "کیسے آنا ہوا؟"

"ذرا اس راستے سے گزر رہی تھی پیاس لگی۔ میں نے سوچا کہ یہاں سے پانی پی کر چلی جاؤں گی۔" خاتون نے جواب دیا۔ امام دین کی بیوی نے اس کو بٹھایا اور پانی پلایا۔

پانی پینے کے بعد خاتون کارکن نے پوچھا، "کیا بات ہے بہن؟ آپ کچھ پریشان دکھائی دیتی ہیں۔"

امام دین کی بیوی نے جواب دیا، "کیا کہوں! ہم ظالموں کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے گریبانوں میں ہاتھ ڈال دیا ہے۔ وہ فضلو، اللہ اس کا بیڑہ غرق کر دے۔ اس نے تو ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے۔"

خاتون ورکر نے پوچھا، "اس نے آپ لوگوں کو کیوں پریشان کر رکھا ہے؟"

امام دین کی بیوی نے بتایا کہ فضلو کے بچے ہمارے گھر کے کوڑے پر کوڑا پھینک دیتے ہیں۔ بچوں کے باپ نے جا کر فضلو سے شکایت کی کہ ہمارے گھر کے کوڑے پر کوڑا نہ پھینکا کرو مگر اُس نے اس شکایت پر کچھ توجہ نہ کی۔ ایک دن بچوں کے باپ نے فضلو کے کھیتوں سے اس کی بکری پکڑی اور اپنے رشتے داروں کے ہاں بھجوا دی، اس خیال سے کہ جب تک فضلو راہِ راست پر نہیں آتا یہ بکری وہاں پر رہے گی۔"

اس کے بعد خاتون رضا کار اجازت لے کر رخصت ہوگئی اور اس نے دفتر میں اپنی آج کی رپورٹ پیش کر دی۔

دوسرے دن کے لیے ایک اور سوالنامہ تیار کیا گیا جس کو لے کر خاتون رضا کار فضل دین کے گھر گئی۔

فضل دین کی بیوی نے اس سے سلام دُعا کر کے پوچھا، "آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں؟"

"ذرا گھر جا رہی تھی۔ اس راستے سے گزر ہوا تو آپ کا یہ خوب صورت سا مکان نظر آیا۔ میں نے سوچا کہ اندر بھی جا کر دیکھوں کہ اس کے رہنے والے کیسے ہیں۔" خاتون رضا کار نے جواب دیا۔

فضل دین کی بیوی نے کہا کہ مکان تو اب اتنا خوب صورت نہیں ہے جتنا پہلے تھا۔

خاتون رضا کار نے کہا کہ اگر آپ مکان کے رنگ سفیدی کا باقاعدگی سے خیال رکھتی رہا کریں تو امید ہے مکان کی خوب صورتی میں فرق نہیں آئے گا۔

فضل دین کی بیوی بولی، "ہم تو اس مکان کا اچھی طرح خیال رکھتے ہیں مگر وہ امام دین نہیں ہے، اللہ اسے غرق کر دے اس نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔"

خاتون رضا کار نے پوچھا، "یہ امام دین کون ہیں؟"

"یہ جو ہمارے گھر سے چوتھے نمبر پر مکان میں رہتے ہیں۔ وہ لوگ ہمارے کوڑے کو اپنے کوڑے پر ڈالنے نہ دیتے تھے اور بعض دفعہ ہمارے بچوں کو مارتے بھی ہیں۔"

خاتون رضا کار نے پوچھا، "پھر بچوں کے باپ نے بھی کچھ کیا ہوگا؟"

فضل دین کی بیوی بولی، "بچوں کے باپ نے کچھ نہیں کیا صرف ایک دن جب ہمارا لڑکا روتا ہوا گھر آیا تو وہ بتانے لگا کہ اسے امام دین کے لڑکوں نے مارا ہے اور پھر یہ بات بڑوں تک پہنچی تو امام دین اور بچوں کے باپ نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کی۔

"یعنی اپنے بیٹے کا بدلا لے لیا۔"

فضل دین کی بیوی نے جواب دیا کہ باقی تو کچھ نہیں کیا البتہ امام دین نے کھیتوں سے ہماری بکری اُٹھوالی اور اب ہمیں پتا نہیں ہماری بکری کس جگہ باندھی گئی ہے۔

"پھر تو بچوں کے باپ نے خواہ مخواہ کچھ کیا ہوگا؟" خاتون رضا کار نے پوچھا۔

فضل دین کی بیوی نے بتایا کہ بچوں کے باپ نے تو کچھ نہیں کیا صرف اپنی بکری کا بدلا لینے کے لیے اُن کی بھینس اُٹھوالی اور وہ بھینس ہمارے رشتے داروں کے ہاں بندھی ہوئی ہے۔ جب تک ہم کو اپنی بکری مل نہیں جاتی بھینس ہمارے قبضے میں رہے گی۔

خاتون رضا کار نے ساری کہانی جا کر سوسائٹی کے صدر اور سکریٹری کو بتائی۔

سوسائٹی نے یہ طے کیا کہ ان دونوں کے درمیان صلح کرائی جائے۔ ایک کو اپنی بکری اور دوسرے کو اپنی بھینس واپس دلوائی جائے تاکہ یہ دونوں عدالتوں کے چکّر سے آزاد ہو جائیں۔ ان کو یہ بھی بتایا جائے گا کہ وہ دونوں پڑوسی ہیں۔ ایک دوسرے کا احترام کرنا ان پر فرض ہے اور دونوں دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں

تھوڑے عرصے میں اس اصلاحی تنظیم کی کوششوں اور محنت کے بعد فضل دین کو اپنی بکری مل گئی اور امام دین کو اپنی بھینس مل گئی۔

پھر امام دین اور فضل دین آپس میں گلے ملے اور ان دونوں کی آپس میں رنجش ختم ہو گئی۔

نزلہ، زکام اور کھانسی

سے محفوظ رہنے کی آسان تدبیر

مناسب احتیاط برتئے۔ بروقت سُعالین لیجیے

جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ سُعالین کا باقاعدہ اور بروقت استعمال گھر کے ہر فرد کو نزلہ، زکام اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک دو ٹکیاں روزانہ چوسیے۔

سُعالین کے چار قرص تیز گرم پانی میں گھول لیجیے،
جوشاندہ تیار ہے جو نزلہ، زکام اور کھانسی کے لیے بدرجہا مفید ہے۔
ایسی ایک خوراک صبح و شب پیجیے۔

سُعالین

نزلہ، زکام اور کھانسی
کی مفید دوا

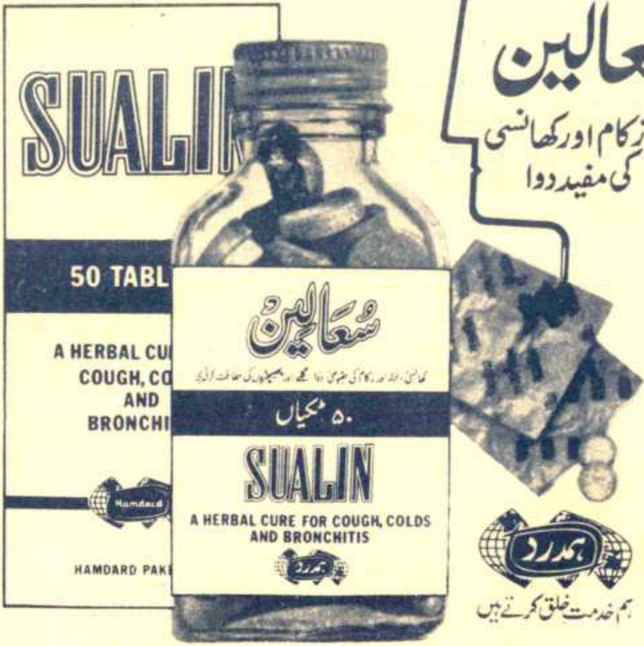

ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

نوزو
ناک کے ورم،
سوزش اور بندش
کے لیے مفید۔
ایک پھوار ناک
کھول دیتی ہے۔

آوازِ اخلاق

وقت ایسی زمین ہے جس میں محنت کے بغیر کچھ نہیں پیدا ہوتا

نیا سال مُبارک

تنویر پھول

نیا سال راحت کا پیغام لایا — فلک پر مسرت کا بادل ہے چھایا
عنادل نے بھی اپنا نغمہ سُنایا — ہے پھولوں نے گلشن میں یہ گیت گایا
مبارک ہو پھر اب نیا سال آیا

دیے علم و فن کے جلاتے چلو تم — جہالت کی ظلمت مٹاتے چلو تم
ترقی کی راہیں دکھاتے چلو تم — پلٹ دو ذرا دورِ ماضی کی کایا
مبارک ہو پھر اب نیا سال آیا

نہ ضائع کرو وقت، سُستی کو چھوڑو — کبھی کام کے نام سے منھ نہ موڑو
اُٹھو جاگو اوروں کی غفلت کو توڑو — نئے سال نے پھر تمھیں یہ بتایا
مبارک ہو پھر اب نیا سال آیا

وطن کے لیے جان اپنی لُٹاؤ — بصد شوق تم اپنے سَر کو کٹاؤ
زمانے سے باطل کو یکسر مٹاؤ — تمھیں پھول نے کیسا نغمہ سنایا
مبارک ہو پھر اب نیا سال آیا

دُنیا کی آبادی میں دھماکا خیز اضافہ

یہ تو آپ سنتے ہی رہتے ہوں گے کہ دنیا کی آبادی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے۔ آج دنیا کی آبادی لگ بھگ ۵ ارب ہے اور اس صدی کے آخر یعنی سنہ ۲۰۰۰ء میں اندازاً ۶ ارب ہو جائے گی، یعنی صرف بارہ سال میں ایک ارب سے زیادہ آدمیوں کا دنیا میں اضافہ ہو جائے گا، لیکن آج سے ۶ ہزار سال پہلے پوری دنیا کی آبادی صرف ساڑھے آٹھ کروڑ تھی، چار ہزار سال میں صرف ۲۵ کروڑ ہوئی۔ خیر نیچے ہم آپ کی دل چسپی کے لیے دنیا کی آبادی کا تاریخ وار جائزہ پیش کرتے ہیں۔

سال	لاکھ	کروڑ	ارب
۴۰۰۰ قبل مسیح	۵۰	۸	
۱ عیسوی	۰۰	۲۵	
۱۶۵۰ء	۰۰	۵۵	
۱۸۰۰ء	۰۰	۹۵	
۱۸۵۰ء	۰۰	۲۰	۱
۱۹۰۰ء	۰۰	۵۵	۱
۱۹۶۰ء	۲۰	۹۸	۲
۱۹۷۰ء	۲۰	۶۳	۳
۱۹۸۰ء	۷۰	۴۵	۴
۱۹۹۰ء	۸۰	۴۳	۵، ارب ہو جائے گی
۲۰۰۰ء	۳۰	۴۹	۶ ″
۲۰۷۰ء	۰۰	۰۰	۲۵ ″
۲۱۰۰ء	۰۰	۰۰	۴۸ ″

دانہ دانہ

چمکتے مُسکراتے جملے، انوکھے نکتے، عظیم اقوال، دل چسپ تحریریں، کام کی باتیں

ذرا سوچیے تو

مرسلہ: صلاح الدین عباسی، سکھر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔" ساتھیو! آپ نے یہ سوچا ہے کہ جب ہمارے پیارے نبیؐ جیسے پاک اوصاف اور اعلا اخلاق کا مالک عظیم انسان دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا تھا تو ہم جیسے گناہ گار دن میں کتنی مرتبہ توبہ کریں؟

ماں

مرسلہ: وسیم عباس، سیال کوٹ کینٹ

کسی نے پوچھا: "ماں کیا ہے اور کون ہے؟"

سمندر نے کہا: ماں ایک ایسی سیپی ہے جو اولاد کے لاکھوں راز اپنے سینے میں چھپا لیتی ہے۔

بادل نے کہا: ماں ایک دُھنک ہے جس میں ہر رنگ نمایاں ہوتا ہے۔

شاعر نے کہا: ماں ایک ایسی غزل ہے جو ہر سُننے والے کے سینے میں اُترتی چلی جاتی ہے۔

مالی نے کہا: ماں باغ کا وہ پھول ہے جس سے باغ کی خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اولاد نے کہا: ماں ممتا کی داستان ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

اللہ نے کہا: ماں میری طرف سے قیمتی اور نایاب تحفہ ہے۔

دو باتیں

مرسلہ: نازیہ شمیم، کراچی

- اگر آپ عمل کا بیج بوئیں گے تو ارادے کا پودا نکلے گا اور خواہش کا پھل آئے گا۔
- زندگی ایک گلشن کی طرح ہے جس میں پھول کِھلتے بھی ہیں اور مُرجھاتے بھی ہیں۔

سکون

مرسلہ: عائشہ شاہجہاں، لاڑکانہ

میں نے سکون کو تلاش کیا۔

بہار کے دل فریب رنگوں میں اور نظاروں میں، پھولوں کی خوش بُو میں، چمکتے ستاروں کی مدھم روشنی میں، دِل کش سبزہ زاروں میں، برسات کے سُرمئی نظاروں میں، نیلے گگن پر، چاند کی دل فریب چاندنی میں، قوس و قزح کے روح پرور رنگوں میں، ڈوبتے سورج کی مدہوش کُن

شفق میں، چڑھتے سورج کی نشیلی کرنوں میں، موسم برسات میں، اماوس کی راتوں میں، دوستوں کی محبّتوں میں، لیکن مجھے کہیں سکون نہ ملا۔ میں خالقِ حقیقی کے حضور جُھک گئی اور مجھے سکون مل گیا۔

دنیا

مرسلہ: فوزیہ ہاشمی، کوئٹہ

- دنیا اس گھر کا نام ہے جس میں راحت و آرام نہیں ملتا۔
- یہ وہ پھول ہے جس میں محبّت کی خوش بُو نہیں۔
- یہ وہ دوست ہے جو بے وفا ہے اور کبھی مروّت نہیں کرتا۔
- یہ وہ شہد ہے جس میں مٹھاس نہیں ہے۔
- پس اِس بے مروّت دنیا سے دل نہیں لگانا چاہیے، کیوں کہ ایک نہ ایک دن انسان کو اسے چھوڑ کر جانا ہوتا ہے۔

نکل جاؤ....

مرسلہ: قدسیہ یاسمین، سکھر

ایک بڑی فیکٹری کا مالک جب اپنے اسٹور روم کے معائنے کے لیے گیا تو اس نے باہر ایک نوجوان کو دیکھا جو درخت کی چھاؤں تلے بیٹھا گنگنا رہا تھا۔ مالک نے اس سے پوچھا، "تم کیا کام کرتے ہو؟" وہ بولا، "میں چپراسی ہوں۔"

مالک نے پوچھا، "تمھیں ہر ماہ کتنی تنخواہ ملتی ہے؟" چپراسی نے جواب دیا، "چار سو رُپے۔"

مالک نے اپنی پتلون کی جیب سے سو سو کے چار نوٹ نکالے اور انھیں چپراسی کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا، "نکل جاؤ میری فیکٹری سے! آئندہ پھر کبھی نہیں آنا۔"

جب چپراسی فیکٹری کے احاطے سے چلا گیا تو مالک نے مینیجر کو بُلا کر پوچھا، "وہ کام چور چپراسی کتنے دن سے ہمارے ہاں ملازم تھا؟"

"سر! وہ ہمارا ملازم نہیں تھا۔ کسی اور فیکٹری سے خط لے کر آیا تھا اور جواب کا انتظار کر رہا تھا۔"

ایک شعر

مرسلہ: سید اصغر علی شاہ، لاڑکانہ

ہر شخص اپنے وقت کا سقراط ہے یہاں\
پیتا نہیں ہے زہر کا پیالہ مگر کوئی

شاعر: مرتضیٰ شریف

کہاوت

مرسلہ: فرزانہ ظہور الدین، حیدرآباد

دو چیزیں انسان کی کم زوری ظاہر کرتی ہیں جہاں بولنا ہو وہاں خاموش رہنا اور جہاں خاموش رہنا ہو وہاں بولنا۔

وزن

مرسلہ: عشرت ذاکر، کراچی

انتخابی سرگرمیاں زور و شور سے جاری تھیں۔ جارج برنارڈ شا کا ایک دوست بھی اُمیدوار تھا۔ ایک دفعہ شا تقریر کرنے گئے، مگر تقریر کے لیے ڈائس موجود نہ

تھا۔ شا کٹری کے ڈرم پر کھڑے ہو کر تقریر کر رہے تھے کہ ڈرم ٹوٹ گیا۔ شا ڈرم کے اندر گر گئے اور ڈرم سے نکل کر اطمینان سے بولے:

"سامعین! آپ نے میرے دلائل کا وزن ملاحظہ فرمایا؟"

مطالعے کا شوق

مرسلہ: ایاز محمود

مشہور مسلم مُفکّر، فلسفی اور طبیب ابن رُشد مطالعے کے اس قدر دلدادہ تھے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد سے ان کی زندگی میں صرف دو راتیں ایسی گزری تھیں جن میں وہ مطالعہ نہ کر سکے۔ ایک وہ رات جب اُن کی شادی ہوئی اور ایک وہ رات جب اُن کا انتقال ہوا۔

مختلف زبانوں کے عظیم شاعر

مرسلہ: شازیہ کُندی، کراچی

اردو	علّامہ اقبال
انگریزی	شیکسپیئر
اطالوی	دانتے
بنگالی	رابندر ناتھ ٹیگور
پشتو	خوشحال خان خٹک
پنجابی	وارث شاہ
جرمن	گوئٹے
سنسکرت	کالی داس
سندھی	شاہ عبداللطیف بھٹائی
فارسی	شیخ سعدی

ایک حکایت

مرسلہ: زرینہ یوسف، کراچی

ایک گھوڑے میں ڈرنے اور جھجکنے کی بُری عادت تھی۔ پتّا بھی کھڑکتا تو یہ دوڑ کر دور جا گرتا۔ ایک مرتبہ سواری کی حالت میں خود اپنے سائے سے ڈر گیا۔ سوار نے کہا، "جانوروں میں بہادری کی نسبت گھوڑے کی جو تعریف کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ یہ گھوڑا اپنی پرچھائیں سے ڈرتا ہے۔"

گھوڑے نے کہا، "آپ سچ فرماتے ہیں، مگر آدمی بھی بہت بہادر ہوتے ہیں جو بھوت اور چھلاوے سے ڈرتے ہیں۔ اگر میں سائے کو دیکھ کر ڈرتا ہوں تو آخر ایک چیز کو دیکھ کر ڈرا۔ آپ اس چیز سے ڈرتے ہیں جس کو دیکھتے بھی نہیں۔" —— از ڈپٹی نذیر احمد

اچھی باتیں

مرسلہ: غلام دستگیر حنفی، روہڑی

- میانہ روی اختیار کرنے والا کبھی محتاج نہیں ہوتا۔
- ایمان یہ ہے کہ تُو سچ بول چاہے وہ تجھے نقصان ہی کیوں نہ پہنچا رہا ہو۔ جھوٹ نہ بول چاہے اس سے کتنا ہی فائدہ کیوں نہ پہنچ رہا ہو۔
- جو بات تُو زبان سے کہے تیرا عمل اُس کے مطابق ہو۔
- جہالت سے بڑھ کر کوئی محتاجی نہیں، خود پسندی سے بڑھ کر وحشت ناک تنہائی نہیں اور حُسنِ اخلاق سے اچھا اور کوئی ساتھی نہیں۔

● حلم اور نرم مزاجی دونوں جوڑی دار ہیں۔ دونوں کا نتیجہ کامیابی ہے۔

● اپنے نفس کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہے کہ جو باتیں دوسروں کے لیے ناپسند کرتے ہو، ان سے خود بھی بچو۔

مقصدیت

مرسلہ: سلمان نثار، کراچی

کوئی کام بُرا نہیں ہے، اگر اس کا مقصد نیک ہے۔ کوئی کام اچھا نہیں ہے، اگر اس کا مقصد بُرا ہے۔

جو کچھ آپ کرتے ہیں اس میں مقصد پیدا کیجیے، لیکن ایسی مقصدیت جو انسانیت کے تقاضوں پر پوری اُترے۔ آپ کی زندگی کا کوئی مقصد ہونا چاہیے، اس طرح آپ کو زندگی میں لُطف محسوس ہوگا۔

تاثر

مرسلہ: روبینہ فریدخان، لیاقت آباد

فرانس کے سابق صدر پیرس میں تجریدی آرٹ کی ایک نمائش دیکھنے گئے۔ ان سے کسی نے پوچھا، "تجریدی آرٹ کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟" سابق صدر نے جواب دیا: "اپنی طویل زندگی میں، میں صرف یہ سمجھ سکا ہوں کہ ہر چیز کو سمجھنا ضروری نہیں ہے۔"

صحیح عمر بتائیے

مرسلہ: منصور احمد، تھرپارکر

آپ اپنے دوست کو اس کی عمر بتا کر حیران کر سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آپ اپنے کسی دوست سے کہیے کہ وہ اپنی عمر دل ہی دل میں سوچ لے۔ پھر اس میں ۹۵ جمع کرے۔ جو بھی جواب آئے اس میں سے سیکڑے کا ہندسہ کاٹ دے۔ مثلاً جواب آیا ۲۱۳ تو ۲ کاٹ دے۔ باقی عدد میں آپ اُسے ایک جمع کرنے کو کہیں۔ جو بھی جواب آئے وہ آپ کو بتا دے۔ آپ دل ہی دل میں اس میں ۴ جمع کر کے اُسے بتا دیں۔ وہی آپ کے دوست کی عمر ہوگی۔ آپ کا دوست حیران رہ جائے گا۔

فرض کریں کہ آپ کے دوست کی عمر ۱۱ سال ہے۔ وہ دل ہی دل میں اس میں ۹۵ جمع کرے گا تو جواب ۱۰۶ آئے گا۔ ۱۰۶ میں سیکڑہ کا ہندسہ کاٹا تو باقی ۶ بچ گیا، کیوں کہ صفر کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ پھر ۶ میں ایک جمع کیا تو ۷ ہوگیا۔ آپ کا دوست آپ کو سات کا ہندسہ بتائے گا۔ آپ دل ہی دل میں ۷ میں ۴ جمع کر لیں تو ۱۱ ہوگا۔ بس یہی آپ کے دوست کی عمر ہوگی اور آپ کا دوست حیران رہ جائے گا۔ کیوں ہے نا مزے دار کھیل؟

نونہال کے نام

مرسلہ: آنسہ روبینہ فرید، کراچی

کاش ایسا ہو کہ اپنی دوستی قائم رہے
روز ہم ملتے رہیں اور تشنگی قائم رہے
لفظ خوش بُو ہی رہیں میری سماعت کے لیے
تیری باتوں میں ہمیشہ تازگی قائم رہے

سوال وجواب

حکیم محمد سعید

طبّ کی روشنی میں

چہرے پر سیاہ دھبّے

س : میری والدہ محترمہ کی عمر ۲۵ سال ہے۔ ان کے چہرے پر سیاہ دھبّے ہیں۔ بہت علاج کرایا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اختر حسین سید، جیکب آباد

ج : قُسط شیریں ایک بوٹی ہے۔ ۳ گرام یہ بوٹی پانی میں باریک پیس لیں اور رات کو سوتے وقت چہرے کے سیاہ دھبّوں پر لگائیں۔ کوئی اچھی سی مقوی دوا بھی کھالیں۔ "عنقمبر" ۲ چمچے صبح دودھ میں ملا کر پینا شروع کر دیں۔

کیل، مُہاسے

س : عمر چودہ سال ہے، چہرے پر کیل مُہاسے بہت ہیں۔ میرا چہرہ بہت بُرا لگتا ہے۔ اس مرض سے نجات کے لیے کئی طرح کی کریمیں اور دوائیں استعمال کیں، مگر یہ ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہوتے۔ جب کریم لگاتی ہوں تو دانے ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر جب کریم لگانا چھوڑ دیتی ہوں تو پھر سے کیل مہاسے نکل آتے ہیں۔ براہِ کرم کوئی ایسا علاج بتائیے جس سے یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔

نجمہ روشن، کراچی

ج آپ نے اگر "صافی" استعمال نہیں کی ہے تو صافی کا تجربہ کر لیجیے۔ رات دو چمچے صافی پینا شروع کر دیجیے۔ اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ ہاں گائے بھینس کا گوشت کھانا بند کر دیجیے۔

دائیں ٹانگ میں درد

س : میرے چچا جان کی عمر ۵۶ سال ہے۔ گھومنے سے دائیں ٹانگ میں درد ہوتا ہے۔ کان سے سنائی بھی کم دیتا ہے۔ ایاز شیخ، لاڑکانہ

ج : بات واضح نہیں ہے۔ غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چلنے پھرنے سے دائیں ٹانگ میں درد ہوتا

ہے۔ ممکن ہے کہ یہ عرقُ النسا (سیائی ٹیکا) کی بیماری ہو۔ اس کا سبب عام طور سے ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے جہاں پھسلن کی وجہ سے بڑا عصب (پٹھا) دباؤ میں آجاتا ہے اور درد ہوتا ہے۔ اس کا علاج معالج سے مشورہ کر کے کرنا چاہیے۔

جسمانی کم زوری

س: عمر ۱۷ سال ہے۔ کم زوری ہے۔ آنکھوں کے سامنے کالے رنگ کا جالا سا آجاتا ہے۔ پریشانی سے نیند نہیں آتی۔ ا۔ش۔ک۔ک

ج: آپ کے نام کے حروف سے ایک لفظ "اشک" بنتا ہے جس کے معنی آنسو کے ہیں۔ یہ آنسو میرے ہیں جو پاکستان کے جوانوں کے لیے میری آنکھوں سے رواں ہوتے ہیں۔ جن نوجوانوں کو پاکستان کی خدمت کے لیے مضبوط اور قوی ہونا چاہیے وہ اپنی قوتِ ارادی کے ہاتھوں شکست کھا جاتے ہیں اور اپنی صحت تباہ کر لیتے ہیں، حال آنکہ ان جوانوں کو قوی اور پُرعزم ہونا چاہیے۔ آپ کی صحت عزم اور پُختہ ارادوں سے واپس آئے گی۔ زندہ رہنے کا فیصلہ کریں۔

کم وزنی اور کم زوری

س: میں بہت کم زور ہوں جب کہ میں ہر اچھی اور صاف ستھری غذا کھاتا ہوں۔ اپنے قیمتی مشورے سے نوازیے۔ ق، ملتان

ج: کم زور ہوں! بھئی کیا کم زوری ہے؟ وزن کم ہے یا وزن زیادہ ہے مگر جسم میں جان کم ہے؟

اگر وزن کم ہے تو پھر آپ درج ذیل دوا کھا کر دیکھ لیجیے۔

عرقِ عنبر دو چمچے۔ شربت اکسیر خاص دو چمچے

دونوں کو پانی میں ملا کر دونوں وقت کھانے کے بعد پینا شروع کر دیجیے۔ ایک ماہ میں وزن بڑھنے کے اچھے امکانات ہیں۔

سر کے بال گرنا

س: عمر ۱۶ سال ہے۔ بال بہت گرتے ہیں۔ سر میں خشکی بھی نہیں ہے۔ جوئیں بھی نہیں ہیں۔
نغمہ نثار، اورنگی ٹاؤن کراچی

ج: اگر آپ کی عام صحت اچھی ہے تو پھر آپ کے بالوں کی جڑیں کم زور ہو گئی ہیں۔ روغن لبوب سبعہ ۶۰ گرام روغنِ قُسط ۶۰ گرام دونوں کو ملا کر رکھ لیں۔ سر میں یہ تیل لگایا کریں۔ بال گرنے بند

ہو جائیں گے ۔

تیز بولنے کی عادت

س: عمر ۱۳ سال ہے ۔ مجھے تیز بولنے کی عادت ہے ۔ کوئی مناسب علاج بتائیے ۔
کمل کمار قمیر، ضلع لاڑکانہ

ج: اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنی زبان اور دل دونوں کو قابو میں کریں ۔

نیند نہیں آتی

س: مجھے رات کو بارہ بجے سے پہلے نیند نہیں آتی ۔ نیند کی گولیاں اس لیے نہیں کھاتا کہ یہ عادت بن جاتی ہے ۔
تاج محمد خان زادہ، کراچی

ج: آپ رات کو اپنی غذا بہت ہلکی کر دیں ۔ دن کو اگر سوتے ہیں تو ایسا نہ کریں تاکہ رات جلد نیند آجائے ۔ انسان کی زندگی کو بہت سے فکر لگے رہتے ہیں ۔ کمال یہ ہے کہ رات کو جب انسان بستر پر لیٹ جائے تو تمام فکروں کو اپنے سر سے جھٹک دے اور اللہ تعالیٰ پر یقینِ کامل کر کے کل کے لیے معاملات کو اُٹھا رکھے ۔ نیند لانے کے لیے میں دواؤں کے حق میں نہیں ہوں ۔ دواؤں سے آنے والی نیند غیر طبعی ہوتی ہے ۔ یہ ایک سَراب ہے جس میں دنیا آج مبتلا ہے ۔ انسان کو اپنی قوتِ ارادی سے کام لینا چاہیے ۔

توتلا پن

س: عمر ۱۱ سال ہے ۔ تُتلا کر بولتا ہوں ۔ "ک" کو اکثر "ت" بولتا ہوں اور "گ" کو "د" ۔ بچے مذاق اُڑاتے ہیں ۔ مجھے کوئی ایسا علاج بتائیے کہ یہ توتلا پن ٹھیک ہو جائے ۔
مطاہر صدیقی، شیخوپورہ

یہ معاملہ تو مشق کرنے کا ہے ۔ آپ کو خود ہی مشق کر کے صحیح لفظ ادا کرنے ہوں گے ۔ "ک" کے لیے زبان کو تالو میں لگانا ہوتا ہے اور آپ اسے دانتوں سے لگا رہے ہیں ۔ مشق کرنی چاہیے ۔ "گ" کی بات بھی یہی ہے ۔ دوسروں کی باتیں غور سے سُنیے، مشق کیجیے ۔ مذاق اُڑانے والوں کی پروا نہ کیجیے ۔ ان میں بھی کوئی نہ کوئی کمی ہوگی ۔ خود اعتمادی پیدا کر کے کوشش کرتے رہیے ۔ کامیابی ہوگی ۔

غم بے بہا ہیں اور خوشیاں عارضی ۔ زندگی آہوں اور نغموں کا ایک حسین امتزاج ہے ۔ عظمت کا راز غم چھپانے میں ہے ۔ زمانہ تمھارے قہقہوں کا طالب ہے تم عیش و طرب میں زمانے کو حصّہ دو مگر غموں جیسی متاع میں کسی کو شریک نہ کرو ۔

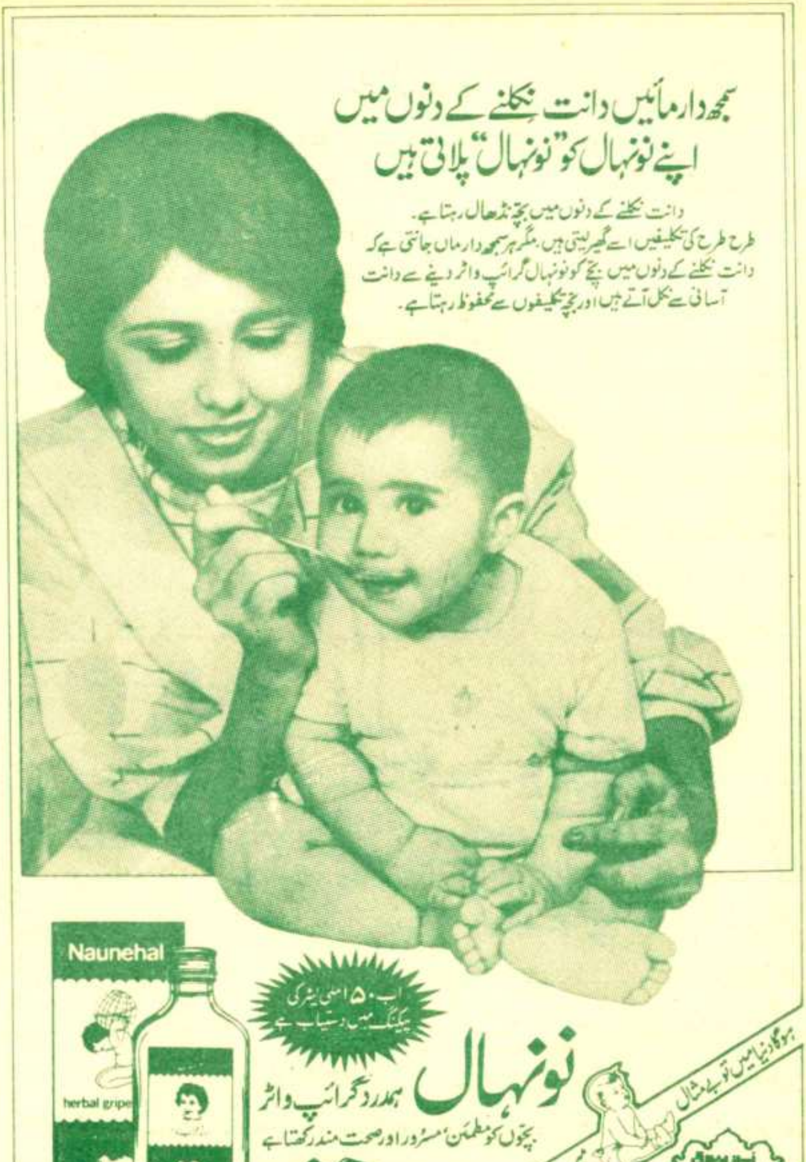

Adarts-NGW-4/R

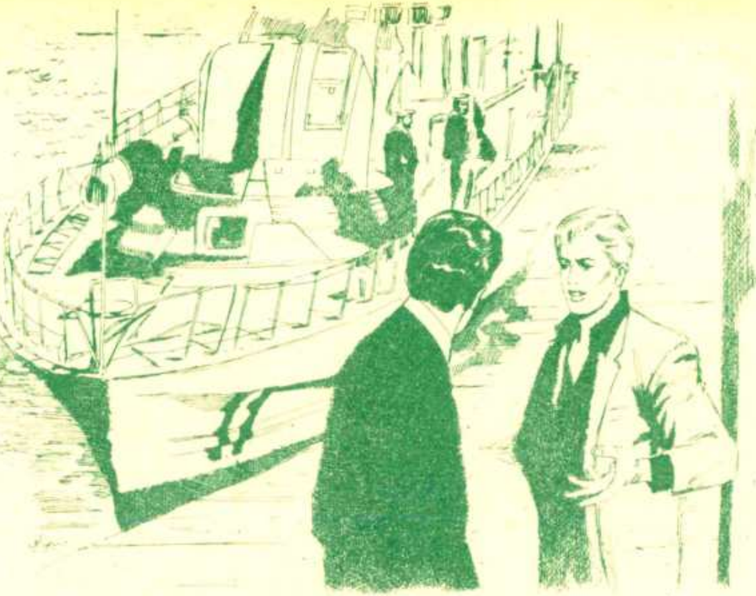

جومن کہانی

غریب ہی اچھا

مسعود احمد برکاتی

ایک آدمی دولت کمانے کی خواہش پوری کرنے کے لیے ہالینڈ گیا۔ وہ ہالینڈ کے دارالحکومت ایمسٹرڈم پہنچا۔ اس شہر میں اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے اُس نے ایک بہت عالی شان عمارت دیکھی۔ بہت دیر تک وہ عمارت کو دیکھتا اور سوچتا رہا کہ یہ کس شخص کا مکان ہے؟ کون خوش قسمت شخص اس میں رہتا ہوگا؟ وہ کتنا مال دار ہوگا؟ ایک آدمی قریب سے گزر رہا تھا۔ مسافر نے اس آدمی سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے تو اس آدمی نے کہا:

"کے نی ٹو ورس ٹن"

ہالینڈ کی زبان میں اس کا مطلب ہے "میں آپ کی بات نہیں سمجھا"۔ لیکن مسافر یہ زبان نہیں جانتا تھا، اس لیے اس نے سمجھا کہ یہ آدمی مکان مالک کا نام "کے نی ٹو ورس ٹن" بتا رہا ہے۔

اس آدمی کی یہ خواہش اب اور بھی بڑھ گئی کہ وہ چھوٹی موٹی نوکری یا محنت مزدوری کرنے کے بجائے کوئی بڑا کام کرے، خوب کمائے اور بہت ساری دولت اکھٹی کرے۔ اس فکر میں اس نے اور زیادہ کوشش شروع کر دی۔ ایک دن وہ سمندر کے کنارے پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا جہاز گودی پر لگا ہوا ہے اور ہزاروں مزدور سامان اُتار رہے ہیں۔ مسافر نے ایک آدمی سے پوچھا "یہ جہاز کس کا ہے؟" جواب ملا:

"کے نی ٹو وَرْش ٹن" (میں آپ کی بات نہیں سمجھا) مسافر نے پھر یہی سمجھا کہ یہ جہاز کے مالک کا نام ہے۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ "کے نی ٹو ورس ٹن" کتنا بڑا رئیس ہے جو چیز دیکھو اسی کی ہے۔

کچھ دن بعد مسافر نے دیکھا کہ ایک جنازہ جا رہا ہے۔ ہزاروں آدمی جنازے کے جلوس میں شریک ہیں۔ سیّاح سمجھ گیا کہ کوئی بڑا آدمی مَر گیا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس آدمی کا نام معلوم کرنا چاہیے۔ جب اس نے کسی سے پوچھا تو وہی جواب ملا:

"کے نی ٹُو وَرْش ٹن۔"

سیّاح کو بہت رنج ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ دیکھو کوئی آدمی کتنا ہی بڑا ہو، کتنی ہی دولت اور جائداد کا مالک ہو موت سے نہیں بچ سکتا۔ تو پھر مال و دولت اکھٹی کرنے کا کیا حاصل؟ اب اس آدمی کو دیکھو، سارا مال و متاع دوسروں کے لیے چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ میں خواہ مخواہ دولت کمانے کی فکر میں ملکوں ملکوں گھوم رہا ہوں۔ مال دار بننے کی خواہش نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ نہیں، اب میں لالچ نہیں کروں گا اور جو کام بھی کروں گا محنت سے کروں گا اور بس اتنا کماؤں گا کہ اپنا اور اپنے بچّوں کا پیٹ بھر سکوں اور عزّت سے رہ سکوں۔ محنت اور ایمان داری سے کما کر کھانے میں ہی زندگی مزے سے گزرتی ہے۔ (مرکزی خیال جرمن کہانی سے)

صرف اعتماد ہی ہمارا حقیقی رہبر ہے، جو ہمیں اپنی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔
اعمال کی آواز الفاظ سے بلند ہوتی ہے۔
مفلسی باعثِ شرم نہیں ہے، لیکن مفلسی کی وجہ سے شرمندہ ہونا شرم کی بات ہے۔
اپنے آپ کو اس وقت تک انسان نہ سمجھو جب تک تمھاری رائے تمھارے غصّے کے زیرِ اثر ہے۔

مفید گھریلو نسخے

پسند : سیدہ ادیبہ، نواب شاہ

چاول کے کنکر

بعض اوقات چاولوں میں اتنے کنکر ہوتے ہیں کہ چُنتے چُنتے آنکھوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ چاولوں کو صاف کرنے کی بہترین ترکیب یہ ہے :۔

چاولوں کو ایک بڑے تھال میں پھیلا کر صحن میں رکھ دیں اور آپ تھال سے تھوڑی دُور ٹوکری میں ڈوری باندھ کر بیٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد چڑیاں آئیں گی اور تمام چاول چُگ جائیں گی۔ اب ٹوکرے کی مدد سے ان چڑیوں کو پکڑ لیں اور چھُری سے انھیں ذبح کر کے ان کے پوٹوں سے تمام چاول نکال لیں۔ یقین کریں ان چاولوں میں ایک بھی کنکر نہ ہوگا۔

اچھی بُری

بعض اوقات کسی پکی ہوئی چیز کے بارے میں پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ خراب ہے یا اچھی۔ اس کو پھینکنے کو بھی جی نہیں چاہتا کہ مسالا اور گھی ضائع ہوگا اور کھانے کو بھی جی نہیں چاہتا کہ نقصان نہ پہنچ جائے۔ ایسی چیز کو پرکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر آپ وہ چیز کھا لیں۔ اگر آپ کو خدا نخواستہ کچھ ہو گیا تو گھر والے سمجھ لیں گے کہ وہ چیز خراب تھی اور اگر کھانے کے بعد آپ صحیح سلامت رہیں تو مبارک ہو، وہ چیز وٹامن سے بھرپور اور ٹھیک ٹھاک ہی ہو گی۔

واشنگ مشین

کپڑے دھونے سے ہاتھوں کی خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے اور اس کام میں وقت بھی

کافی لگتا ہے۔ اس کے لیے آپ واشنگ مشین خرید لیں۔ اگر پیسے نہ ہوں تو کسی سے اُدھار لے لیں۔ اگر رقم دینے والا واپسی کا مطالبہ کرے تو کسی دوسرے سے اُدھار لے کر پہلے والے کا اُدھار چکا دیں۔ اسی طرح دوسرے کا اُدھار کسی تیسرے سے اور تیسرے کا چوتھے سے۔ یہ سلسلہ بہت عرصے تک چل سکتا ہے۔ فائدہ یہ ہوگا کہ گھر آنے جانے والوں کی کثرت ہوگی۔ گھر کی بے رونقی ختم ہو جائے گی۔ ہر وقت چہل پہل رہے گی۔

بچت

کم نہائیے تاکہ صابن کم خرچ ہو۔ کم کھائیے تاکہ کھانے پینے کی چیزیں زیادہ خرچ نہ ہوں۔ شام کو اندھیرا ہوتے ہی سو جائیے اور دن چڑھے اُٹھیے۔ بجلی کا بل کم آئے گا۔ کم چلیے تاکہ جوتے کم گھسیں۔ روزانہ اخبار نہ منگوائیے بلکہ ردّی والے سے ڈھیر سارے اخبار خرید کر ایک ہی وقت میں کام کی باتیں پڑھ لیں۔ وقت کی بچت ہوگی اور پیسے بھی کم خرچ ہوں گے۔ اگر یہ پیسے بھی بچانا چاہتے ہوں تو آسان نسخہ یہ ہے کہ روز محلّے میں سے کسی نئی جگہ سے اخبار منگوالیں اور واپس نہ کریں۔ اس طرح کافی ردّی جمع ہو جائے گی اور آڑے وقت پر کچھ پیسے بھی مل جائیں گے۔

ترتیب دیجیے

سامنے مربعے میں جو ہندسے دیے گئے ہیں انھیں اس طرح ترتیب دیجیے کہ دائیں سے بائیں، اوپر سے نیچے، ایک کونے سے دوسرے کونے تک اور چاروں طرف ہر ایک کا مجموعہ ۲۰ آئے۔

۲	۲	۲	۲
۴	۴	۴	۴
۶	۶	۶	۶
۸	۸	۸	۸

جواب صفحہ ۹۱ پر دیکھیے

مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناح

سعد عبدالجلیل شاہ ہاشمی، اسلام آباد

جس عظیم خاتون کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ اگرچہ آج ہم میں موجود نہیں ہیں، مگر اُن کا نام، اُن کے کارنامے اور ان کی زندگی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔

فاطمہ جناح ۳۱ جولائی ۱۸۹۳ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب قائد اعظم محمد علی جناح لندن میں بیرسٹری کی تعلیم پا رہے تھے۔ آپ قائد اعظم سے چھوٹی تھیں، لیکن انھوں نے اپنے بھائی سے ہر بات پر خوب غور کرنے کی عادت سیکھ لی تھی۔۔ ابھی صرف دو سال کی تھیں کہ آپ کی والدہ وفات پا گئیں۔ اس کے چار برس بعد آپ کے والد پونجا جناح اپنے بچّوں کو لے کر بھارت کے شہر بمبئی چلے گئے۔ ابھی زندگی کے دسویں سال میں قدم رکھا تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ ایک سال بعد قائد اعظم نے باندرہ کانونٹ اسکول میں ان کو داخل کرا دیا۔

۱۹۰۶ء میں آپ کو قائد اعظم نے سینٹ پیٹرک ہائی اسکول کھنڈالا میں داخل کرا دیا۔ یہاں سے آپ نے دسویں کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء میں محترمہ فاطمہ جناح نے پرائیوٹ طالبہ کی حیثیت سے سینئر کیمبرج کا امتحان دیا۔ ۱۹۱۸ء تک کی زندگی سیاست کے نشیب و فراز پر غور کرنے میں گزری، لیکن آپ نے سیاست میں عملی طور پر کام کرنے سے گریز کیا۔ ۱۹۱۹ء میں آپ کے شوق کو دیکھتے ہوئے قائد اعظم نے آپ کو ڈاکٹر احمد ڈینٹل کالج کلکتہ میں داخل کرا دیا۔ ۱۹۲۳ء میں آپ نے عبدالرحمٰن اسٹریٹ میں ڈینٹل کلینک کھول لیا۔ آپ کے حُسنِ سلوک کو دیکھتے ہوئے لوگ آپ کے پاس دوڑے آتے مگر یہ طرزِ زندگی آپ کو پسند نہ آیا کیوں کہ آپ قائد اعظم سے کٹ کر رہ گئی تھیں۔

بعد میں جب قائد اعظم کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو محترمہ فاطمہ جناح نے تمام زندگی

اپنے بھائی کے لیے وقف کر دی اور پاکستان کے قیام کی کوششوں میں آپ نے قائد اعظم کا بھرپور ساتھ دیا۔

محترمہ فاطمہ جناح ایک ملنسار خاتون تھیں۔ انھوں نے خواتین میں جذبۂ آزادی کو اُبھارا۔ آپ نے پاکستان بنانے کے لیے مُسلم خواتین کے ساتھ مل کر تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا۔ آپ پہلی مسلم خاتون ہیں جنھوں نے لاہور میں مسلم سیکریٹریٹ میں پاکستانی جھنڈا لہرایا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے کراچی میں مستقل رہائش اختیار کی۔ آپ ہر موقع پر قائد اعظم کو مفید مشورے دیا کرتی تھیں اور ان کی ہمّت اور حوصلہ بڑھاتی تھیں۔ آپ نے ہمیشہ اپنے ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دی۔

۱۹۴۸ء میں جب قائد اعظم سخت بیمار ہوئے تو اس موقع پر بھی آپ نے ان کی تیمار داری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ قائد اعظم کے انتقال کے بعد آپ نے سیاست میں حصّہ نہ لیا، لیکن قومی مفاد کو کبھی نظر انداز نہ کیا۔

کام کی باتیں

وقت: وقت کے پاؤں میں آہٹ نہیں ہوتی، لہٰذا اس کے گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔

سہارے: قسمت پہیّے کی مانند گھومتی ہے۔ کوئی نیچے آتا ہے تو کوئی اوپر۔ جب تم اُوپر جاؤ تو نیچے والوں کا ہاتھ تھام لو، کیوں کہ اگلے چکّر میں تمھیں ان کی ضرورت پڑے گی۔

حُسن: حسن ایک دھیمی اور نرم و نازک آواز ہے جو ہماری روحوں سے سرگوشیاں کرتی ہے۔ (خلیل جبران)

دوستی اور دوست: اگر تمھارے دوست تمھیں خامیوں سے آگاہ کریں تو تم خوش قسمت ہو کہ ایسا دوست رکھتے ہو۔

احساس: ایک عظیم جذبہ جس کی عظمت و معراج انسانی بلندیوں کو چھو لیتی ہے اور اس کی گہرائی خلوص کی بیکراں وسعتوں سے بھرپور ہے۔

آنسو: جس کے کڑوے گھونٹ امیدوں کے سہارے پینے پڑتے ہیں۔

مرسلہ: اسما شفیق، کراچی

نیلا سوئٹر

محمد ظفر ایوب، کراچی

سلیم کی آنکھیں اس وقت حیرت سے پھیل گئیں جب اس نے اپنی گیارہویں سال گرہ پر دیے جانے والے تحفوں میں سے تیسرا تحفہ کھولا۔ یہ تحفہ پھوپھی ناہید کی طرف سے تھا۔ تحفے کے طور پر انھوں نے سلیم کو ایک بڑا خوب صورت اور قیمتی سوئٹر بھیجا تھا۔ پھوپھی ناہید پشاور میں رہتی تھیں اور ہر سال سلیم کو سال گرہ پر کوئی نہ کوئی عمدہ سا تحفہ ضرور بھیجتی تھیں۔ ہر بار کی طرح اس بار پھر سلیم کو پھوپھی ناہید کا بھیجا ہوا تحفہ بہت پسند آیا۔

اس نے کہا: "امّی! میں اسے جمعہ کے روز اپنے دوست کی سال گرہ کی پارٹی میں پہن کر جاؤں گا۔ وہاں میں اس میں الگ ہی نظر آؤں گا۔"

اُس روز رات زور کی بارش ہوئی۔ خوب بجلی چمکی اور بادل کُھل کر برسے۔ دوسرے دن صبح موسم ایک دم بدل گیا۔ اچھی خاصی ٹھنڈ ہو گئی۔ سلیم نے اپنا پرانا سوئٹر پہنا اور اسکول چلا

گیا۔ راستے بھر وہ اسی نیلے سوئٹر کے بارے میں سوچتا رہا جو اُس کی پھوپھی نے اُسے تحفے میں بھیجا تھا۔

اسکول میں سب لڑکے سوئٹر، کوٹ، جرسیاں پہن کر آئے تھے۔ وقفے میں سلیم نے احمد کو دیکھا۔ احمد بغیر آستین والے معمولی قسم کے سوئٹر میں سُکڑا بیٹھا ہوا تھا۔ سوئٹر کا اون جگہ جگہ سے اُدھڑ چکا تھا۔

سلیم کو معلوم تھا کہ احمد ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اُس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی ماں سلائی کا کام کر کے اپنا اور اپنے بیٹے کا پیٹ پال رہی تھیں۔

سلیم کے پاس ایسے کئی سوئٹر تھے جو پُرانے ہونے کے باوجود استعمال کے قابل تھے۔ اس لیے سلیم نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے ان سوئٹروں میں سے ایک احمد کو دے دیا جائے۔ پھر اس نے سوچا کہ احمد اس بات کو بُرا محسوس نہ کرے۔ وہ کوئی ایسی ترکیب سوچنے لگا جس سے سلیم کو سوئٹر بھی پہنچ جائے اور اُس کے جذبات کو ٹھیس بھی نہ پہنچے۔

اس رات جب سلیم سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو اُسے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ ترکیب ایسی تھی کہ بے اختیار سلیم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر کروٹ بدل کر اطمینان سے سو گیا۔

صبح اُٹھ کر اس نے الماری سے اپنا ایک پُرانا سوئٹر نکالا جو تقریباً نیا تھا اور بہت کم استعمال کیا گیا تھا۔ سلیم نے اُسے ایک کاغذ میں لپیٹا اور اپنے بستے میں ڈال لیا۔ پھر اُسے خیال آیا کہ جب میں کسی کو کوئی چیز دے ہی رہا ہوں تو پھر ایسی چیز دینی چاہیے جو سب سے اچھی ہو۔ یہ تو کوئی بات نہیں کہ میں اپنی کسی پرانی چیز سے چھٹکارا پانے کے لیے کسی پر احسان کروں۔

یہ سوچ کر وہ واپس الماری کی طرف گیا اور وہی نیلا سوئٹر نکال لایا جو اُسے بہت پسند تھا۔ اس نے پرانا سوئٹر رکھ دیا اور اس کی جگہ نئے سوئٹر کا پیکٹ بنا کر اسکول چلا گیا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ پھوپھی ناہید اگلے سال پھر ایسا ہی سوئٹر بھیج دیں۔

وہ جب اسکول پہنچا تو گھنٹہ بجنے میں تھوڑی دیر تھی۔ اس نے اپنے ایک راز دار دوست عارف سے بات کی اور اسے اپنا منصوبہ بتایا۔ عارف اس کی بات سُن کر بہت خوش ہوا۔

دونوں ساتھ ساتھ کلاس کی طرف چل دیے۔

وقفے پر عارف نے سلیم اور احمد دونوں کو بُلایا اور کہا، "کیا تم دونوں ایک کھیل میں شریک ہونا پسند کرو گے؟ اگرچہ کھیل بہت معمولی ہے، لیکن جیتنے والے کے لیے زبردست انعام بھی ہے؟"

"میں تیار ہوں۔" سلیم نے فوراً کہا۔ لیکن احمد خاموش کھڑا کچھ سوچتا رہا۔

"تم کس سوچ میں پڑ گئے؟" عارف نے احمد کو ٹوکا۔

"کچھ نہیں بس یوں ہی ایک خیال آ گیا تھا۔"

"پھر تمھارا کیا خیال ہے حصّہ لو گے؟" عارف نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے، لیکن یہ تو بتاؤ کھیل کیا ہے؟"

"مقابلہ دوڑنے کا ہے۔ میدان کے آخری سرے پر جو کیلے کا درخت ہے، وہاں تک جو بھی پہلے پہنچے گا وہی انعام کا حق دار ہو گا۔"

احمد نے سر ہلا کر رضامندی کا اظہار کیا تو عارف نے کہا، "اب مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"ایک.... دو.... تین....!" اس کے ساتھ ہی سلیم اور احمد میں دوڑ شروع ہو گئی۔

جلد ہی سلیم نے محسوس کیا کہ احمد کی رفتار ایسی نہیں کہ وہ مقابلہ جیتنے میں کام یاب ہو۔ چناں چہ سلیم نے اپنی رفتار کم کر دی اور احمد کو موقع دیا کہ وہ اس سے پہلے کیلے کے درخت تک پہنچ جائے۔

احمد نے دوڑ جیت لی۔ وہ خوشی سے چلّایا" میں جیت گیا، میں جیت گیا۔"

"بے شک! تم نے مقابلہ جیت لیا ہے۔ اس لیے انعام بھی تمھی کو ملے گا۔" عارف نے فیصلہ سُنایا اور پھر اس کی طرف انعام کا پیکٹ بڑھا دیا۔

تینوں دوست جب کلاس میں پہنچے تو احمد بہت خوش تھا لیکن سلیم تو اس سے بھی زیادہ خوش تھا۔ اس نے احمد کو شرمندہ کیے بغیر بہت اچھے طریقے سے اس کی مدد کی تھی اور اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔

دو دن بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے سلیم کو اپنے دفتر میں بُلایا اور کہا" عارف نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے ایک غریب لڑکے کی اس طرح مدد کی ہے کہ اس کے جذبات بھی مجروح نہیں ہوئے اور غریبی کا وقار بھی قائم رہا۔ تم ایک ذہین اور نیک دل لڑکے ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے۔"

پھر ہیڈ ماسٹر صاحب نے دوبارہ کہا" بورڈ آف ایجوکیشن کی طرف سے مجھے ایک چٹھی موصول ہوئی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے اسکول کے سب سے اچھے لڑکے کا نام بورڈ کو بھیجوں۔ انھوں نے دس بہترین لڑکوں کو مختلف اسکولوں سے منتخب کیا ہے جنھیں بورڈ کے خرچ پر پاکستان کی سیر کرائی جائے گی۔ تمھیں یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ میں نے اپنے اسکول کی طرف سے تمھارا نام انھیں لکھ بھیجا ہے۔"

"بہت ..... بہت شکریہ جناب۔" سلیم نے خوشی سے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر کی گئی نیکیاں کبھی ضائع نہیں ہوتیں۔

دو باتیں

- گلاب کی پتی پر کوئی نقش و نگار نہیں ہوتا لیکن وہ اپنی سادگی کے باوجود تمام پھولوں سے زیادہ حسین اور دل پسند ہوتا ہے۔
- محبّت ہستی کی وہ جیتی جاگتی تصویر ہے جس میں انسان کا ماضی، حال اور مستقبل جھانکتا ہے۔

بچوں کا گیت

نَنھّے مُنّے سنو
دِل لگا کر پڑھو
اس وطن کے لیے
اس چمن کے لیے
خوب محنت کرو
اور آگے بڑھو
نَنھّے مُنّے سنو
دِل لگا کر پڑھو
دیس ایسا سجے
رشک دنیا کرے
نُور سے عِلم کے
جگمگا دو اِسے
نَنھّے مُنّے سنو
دِل لگا کر پڑھو
کام ایسے کرو
جس سے کہ نام ہو
جھوٹ سے تم بچو
اچھے بچّے بنو
نَنھّے مُنّے سنو
دِل لگا کر پڑھو

ضیاء الحسن ضیا

شمع کی قربانی

نصرت شاہین،
دیپالپور

کسی جنگل میں ایک شمع رہتی تھی جس کی روشنی سے لوگ رات کو راستہ دیکھتے تھے۔ اس شمع کا بہترین دوست وہ درخت تھا جس کے سائے تلے وہ رہتی تھی۔ ایک دن جنگل کے بادشاہ شیر کا اُدھر سے گزر ہوا۔ شیر نے شمع کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا، "ہو تو تم اتنی سی، لیکن تم نے جو لوگوں کو راستہ دکھانے کا کام اپنے ذمّے لیا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ میں کافی دن سے دیکھ رہا ہوں کہ اب لوگ راستہ بھٹک کر جنگل کی طرف نہیں آتے۔ وہ تمھاری روشنی میں گھروں کو پہنچ جاتے ہیں۔ مجھے کافی عرصے سے شکار نہیں ملا۔ تم میرے راستے کی دیوار بن گئی ہو۔ لیکن میں اپنے راستے میں آنے والی ہر دیوار کو گرا سکتا ہوں، کیوں کہ میں جنگل کا بادشاہ ہوں۔"

یہ سُن کر شمع بولی، "زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی رضا کے بغیر تم مجھے تو کیا ایک چیونٹی کو بھی نہیں مار سکتے۔"

شیر غصّے سے گرجا اور بولا، "میرے ایک تھپّڑ سے تم ہمیشہ کے لیے بُجھ جاؤ گی۔" پھر تھپّڑ مارنے کے لیے جیسے ہی شیر نے ہاتھ اُٹھایا شمع کے دوست درخت کی ٹہنیوں نے اس کو اوپر اُٹھا لیا۔ شیر کا ہاتھ ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔ غصّے سے شیر کی بُری حالت ہو گئی۔ اس نے اوپر دیکھا اور درخت سے بولا، "اس شمع کو نیچے پھینک دو، ورنہ میں تمھیں جڑ سے اُکھاڑ دوں گا۔"

یہ کہہ کر شیر درخت پر زور زور سے پنجے مارنے لگا۔ اپنے دوست کو تکلیف میں دیکھ کر شمع کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہ جلتے ہوئے آنسو سیدھے شیر کی آنکھوں میں جا گرے اور وہ چیختا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ درخت نے شمع کو دوبارہ وہیں بٹھا دیا جہاں وہ پہلے بیٹھی تھی۔ شمع کی ہلکی تپش سے درخت کے زخم جلد ہی ٹھیک ہو گئے۔

شیر اپنی آنکھوں کو مسلتا ہوا بڑی مشکل سے راستہ تلاش کرتا ہوا اپنی منھ بولی بہن ہوا کے پاس پہنچا اور اس کو ساری کہانی سُنائی۔ یہ سُن کر ہوا آگ بگولا ہو گئی اور غصّے

سے چلائی، "شمع کی یہ جرأت میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" ہوا غصّے سے آندھی اور طوفان کی صورت اختیار کر کے گھر سے باہر نکلی۔ ادھر درخت کی چوکنّا نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔ اس نے دُور ہی سے ہوا کو آندھی، طوفان کی طرح آتے دیکھ لیا۔ وہ شمع سے بولا، "شمع! جلدی سے چُھپ جاؤ۔ آج ہوا بہت غصّے میں آ رہی ہے۔" یہ سُن کر شمع مسکرائی اور بولی، "ہوا تو میری بہت اچھی دوست ہے۔ وہ بھلا مجھے کیوں بُجھانے آتے گی۔ وہ تو ہمیشہ میرے پاس سے بہت آہستہ سے گزر جاتی ہے کہ میں بُجھ نہ جاؤں۔"

شمع نے ابھی بات ختم کی ہی تھی کہ ہوا کا تیز تھپیڑا اسے لگا۔ شمع اِدھر اُدھر ڈولنے لگی۔ اس کی سانسیں اُکھڑنے لگیں۔ اس سے پہلے کہ وہ بُجھ جاتی درخت کے بڑے بڑے پتّوں نے اس پر سایہ کر دیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد اس کی سانسیں صحیح ہو گئیں اور وہ پھر سے روشن ہو گئی۔ ہوا کافی دیر اِدھر اُدھر تیز تیز چلتی رہی۔ وہ درخت سے زور زور سے ٹکرا رہی تھی۔

درخت نے اپنی بڑی بڑی ٹہنیاں ہوا کے سر میں ماریں۔ ہوا کا سر درد سے پھٹنے لگا۔ وہ چیختی چلاتی وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اپنے چھوٹے بھائی بادل کے پاس پہنچی اور اس سے بولی، "بادل بھائی! اب تم اتنی بارش کرنا، اتنی بارش کرنا کہ یہ درخت سیلاب میں بہ جائے اور شمع بھی بُجھ جائے۔"

بادل ہوا کی بات سُن کر مسکرایا پھر بولا، "یہ مت بھول میری بہن کہ میں اوپر رہتا ہوں اور نیچے کی سب کارروائیاں دیکھتا ہوں۔ میں نہ شیر کا ساتھ دوں گا اور نہ تمھارا۔ پھر بادل نے ساری تفصیل ہوا کو بتائی۔ یہ سُن کر ہوا کو بہت افسوس ہوا۔ وہ واپس شیر کے پاس آئی اور اسے خوب ڈانٹا۔ پھر یہ دونوں ہوا اور شیر شمع سے معافی مانگنے کے لیے اس کے پاس گئے۔ شمع نے دونوں کو معاف کر دیا۔ جنگل میں پھر امن وامان ہو گیا۔ شمع کی روشنی اندھیری راتوں میں پھر لوگوں کو راستہ دکھانے لگی۔

ایک دن رات کو کچھ آدمی درخت کے نیچے آکر کھڑے ہو گئے۔ ان کے کندھوں پر بڑے بڑے تھیلے تھے۔ ان کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی ملک کے اسمگلر یا جاسوس ہیں۔ ان کے بہت سارے ساتھی اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے اور چُپکے چُپکے کچھ کام شروع کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ شمع نے درخت کو ہلایا جو اُونگھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" درخت بولا۔ شمع نے کہا، "مجھے اُٹھا کر اس گھاس پر گرا دو۔"

درخت بولا، "لیکن اس طرح تو تم جل جاؤں گی۔ گھاس کو آگ لگ جائے گی اور ہو سکتا ہے یہ آگ مجھ تک بھی پہنچ جائے۔"

شمع نے کہا، "اگر آج ہم نے یہ قربانی نہ دی تو تھوڑی دیر میں بے شمار بے گناہ لوگ ان ظالموں کی لگائی ہوئی آگ میں جلیں گے۔ کیا تم یہ سب کچھ دیکھ سکو گے؟"

"نہیں۔" درخت زور سے چیخا۔ پھر درخت نے شمع کو خشک گھاس پر گرا دیا۔ گھاس نے آگ پکڑلی۔ شمع خود تو جل کر راکھ ہو گئی، لیکن اس کی لگائی ہوئی آگ نے اُن سارے دشمنوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ صبح کو محکمۂ جنگلات والے تحقیق کرتے پھر رہے تھے کہ یہ آگ کس نے لگائی تھی۔ لیکن کوئی یہ نہ جان سکا کہ اس آگ میں کتنے دُشمن جل کر راکھ ہو گئے۔ ایک ننھی سی شمع نے اپنی زمین کو بچانے کے لیے کتنی بڑی قربانی دی تھی۔

تین شرطیں

علی اسد

بہت دنوں کی بات ہے کہ دو غریب میاں بیوی ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن ایک نہایت شان دار گھوڑا گاڑی جس میں چار گھوڑے جُتے ہوئے تھے ان کی جھونپڑی کے پاس آکر رُک گئی۔ جوں ہی گاڑی رُکی ایک نوجوان قیمتی لباس پہنے ہوئے اس گاڑی میں سے اُترا۔ نوجوان نے دونوں بُڑھیا بُڈّھے کو ادب سے سلام کیا اور کھانے کی التجا کی۔ نوجوان نے کہا کہ اگر وہ راضی ہو جائیں گے تو نوجوان ان کو اچھی خاصی رقم دے دے گا۔ دونوں بڑھیا بڈھے نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر بوڑھا آدمی بولا "جناب عالی، ہم تو بڑے غریب لوگ ہیں۔ ہمارے گھر میں آپ جیسے معزز مہمان کی شان کے مطابق بھلا کیا رکھا ہے"۔ نوجوان نے کہا کہ جو

کچھ بھی ہو وہ رکھ دیں۔ اگر صرف آلو ہوں تو وہی کافی ہوں گے۔ بات یہ تھی کہ اس کو آلو بہت پسند تھے اور آلو کے کباب تو اس کو کہیں بھی اس کی پسند کے مطابق نہیں ملے تھے۔ قصّہ مختصر یہ کہ بوڑھی عورت نے آگ جلائی اور آلو اُبالنے لگی۔

بڑھیا اِدھر اپنے پکانے میں مصروف ہو گئی اور بوڑھا آدمی اور نوجوان باغیچے میں ٹہلنے لگے۔ وہاں بوڑھا پودوں کے لیے گڑھے کھودنے لگا۔ نوجوان ٹہلتا رہا مگر بوڑھا آدمی اپنے کام میں لگا رہا۔ وہ بڑی محنت سے گڑھے کھودتا تھا اور پودا لگا کر زمین کو ہموار کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر نوجوان بولا، "یہ تو تمھارے لیے بڑی محنت کا کام ہے۔ کیا تمھارا کوئی بیٹا نہیں جو تمھاری مدد کر سکے؟"

بوڑھا بولا، "جناب، میرا ایک بیٹا تھا۔" اتنا کہہ کر وہ پھاوڑے کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا اور ایک ٹھنڈی سانس لی۔ پھر بولا، "مگر وہ آوارہ ہو گیا۔ اس سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ یوں تو وہ بڑا تیز تھا مگر کام کاج سے اس کو کوئی دل چسپی نہ تھی۔ آخر وہ بھاگ گیا اور اب مجھے معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا۔"

نوجوان نے دوسرا سوال کیا، "تم زمین کو نئے پودے کے پاس دباتے کیوں ہو اور پھر اس کو سیدھی لکڑی سے باندھ کیوں دیتے ہو؟"

بوڑھا مسکرانے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ بڑے آدمیوں کو پودے لگانا نہیں آتے۔ وہ بولا، "جناب، میں یہ اس لیے کرتا ہوں کہ جڑیں مضبوط ہو جائیں اور پودا سیدھا نکلے۔ پودوں کی بھی نوجوانوں کی طرح تربیت کی جاتی ہے۔"

نوجوان بولا، "جتنی محنت تم ان پودوں کے لیے کر رہے ہو اتنی ہی محنت اگر تم اپنے بیٹے کی تربیت کے لیے بھی کرتے تو شاید وہ بھی سیدھا ہو جاتا۔"

یہ سُن کر بُڈّھے نے صرف اپنا سَر ہلایا اور دوبارہ ٹھنڈی سانس لی۔ پھر دونوں کچھ دیر تک خاموش رہے۔ ذرا دیر کے بعد نوجوان بولا، "اگر تمھارا بیٹا کبھی آجائے تو کیا تم اس کو پہچان لو گے؟"

بوڑھا بولا، "آہ! اس میں شک نہیں کہ وہ بہت بدل گیا ہو گا۔ جب گھر سے گیا تھا تو ایک چھوٹا سا لڑکا تھا۔ لیکن ہم اس کو پہچان لیں گے، کیوں کہ اس کے کندھے پر مٹر کے

دانتے کے برابر ایک نشان ہے۔"
اجنبی نوجوان نے کہا، "چلو، باورچی خانے چلیں۔"
وہاں اس نے اپنا کوٹ اُتار ڈالا، پھر قمیص کھول کر پوچھا، "کیا اس طرح کا نشان تھا؟"
آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دونوں بڑھیا بڈھے کو اپنے گم شدہ بیٹے کے مِل جانے سے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔

نوجوان نے اپنے ماں باپ کو بتایا کہ وہ چور اُچکوں کے پھندے میں پھنس گیا تھا۔ وہ مجھے اپنے میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے اپنی ذہانت سے کچھ ہی دن میں ان سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور اس کے بعد اپنی ذہانت اور محنت سے دولت کمائی۔ اب تو ماں نے اس کی جدائی گوارا نہیں کی۔

کچھ دِنوں تک یہ لوگ سکون سے رہتے رہے۔ بیٹا کبھی کبھار گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹا دیا کرتا تھا ورنہ وہ اپنی چار گھوڑوں کی گاڑی پر سیر کرتا رہتا تھا۔ ان کی جھونپڑی سے کچھ ہی دُور ایک بڑے رئیس رہا کرتے تھے، جن کے پاس اتنی دولت تھی کہ وہ بتا بھی نہیں سکتے تھے۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی، بڑی ذہین اور خوب صورت۔ ایک دن یہ نوجوان سیر کر رہا تھا کہ اس کی نظر اس لڑکی پر پڑ گئی۔ اس نے گاڑی روک لی اور گاڑی سے اُتر کر اس لڑکی سے باتیں کرنے پہنچ گیا۔ دونوں کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ مختصر یہ

کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لیا۔ نوجوان نے طے کر لیا کہ وہ اس لڑکی سے شادی کرے گا۔

چناں چہ دوسرے دن اس نے اپنے ماں باپ سے کہا، "بابا، میں چاہتا ہوں کہ تم آج صبح نواب صاحب کی حویلی جاؤ۔"

"کس بات کے لیے؟" باپ نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم نواب سے یہ پوچھو کہ کیا میں ان کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہوں۔" بیٹے نے کہا۔

"تم کہیں پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟" بوڑھا بولا۔ "ہمتِ مرداں مددِ خدا۔" بیٹا بولا۔

"تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ تم نواب صاحب سے دُور ہی رہو، ورنہ ان کو اگر یہ معلوم ہو گیا کہ تم اُچکّوں کے ساتھ رہ چکے ہو تو وہ تم کو سزا دِلوا دیں گے۔"

"مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ بابا، تم بالکل سچ سچ اِن کو بتا دو۔"

بوڑھا باپ یہ کام کرنا بالکل نہیں چاہتا تھا، مگر بیٹے نے اسے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور اتنا مجبور کیا کہ آخر وہ نوابِ صاحب کے پاس چلا گیا۔ چناں چہ بے چارہ بوڑھا نواب کے سامنے کھڑا کانپ رہا تھا۔

"کیا بات ہے بھلے آدمی؟" نواب نے پوچھا۔

شروع میں تو بوڑھا کچھ بول نہ سکا۔ پھر آخر اس نے سارا قصہ کہہ سُنایا۔

بوڑھے کی داستان سُن کر نواب کو غصّہ نہیں آیا بلکہ وہ قہقہہ مار کر ہنسنے لگا اور بوڑھے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے بولا، "گھبراؤ نہیں، ہم اس بدتمیز کی ساری شیخی نکال دیں گے۔ یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو ذہین کہتا ہے تو پھر اس کو اپنی مہارت کا ثبوت پیش کرنا پڑتا ہے۔ ہم اس نوجوان کے لیے تین ذہانت کے کام پیش کریں گے۔ میں یہ کام اس کے لیے اتنے دشوار بنا دوں گا کہ پھر وہ شیخی نہیں مارے گا۔"

حال آنکہ نواب سارا قصّہ سُن چکا تھا۔ پھر بھی جب دوسرے دن ایک نہایت شان دار گاڑی جس میں چار گھوڑے جُتے ہوئے تھے اس کی حویلی کے پاس آکر رُکی اور اس میں سے ایک شکیل نوجوان برآمد ہوا تو نواب حیران رہ گیا۔ "میں نے سُنا ہے کہ

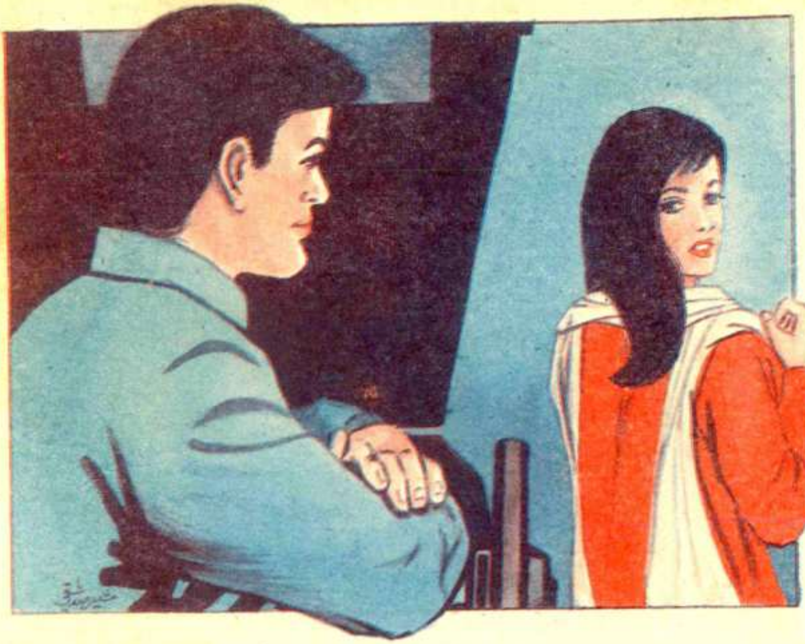

تم نے اپنے بوڑھے باپ کو پریشان کر رکھا ہے؟"

یہ سن کر نوجوان نے نہایت ادب سے سر جھکا دیا۔

"اور اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ تم میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" نوجوان نے پھر سر تسلیم خم کر دیا۔

"شاید تم مجھے اپنی ذہانت دکھانا چاہتے ہو؟" نواب نے پوچھا۔

"مجھے بڑی مسرت ہوگی۔" عیّار نوجوان بولا۔

"بہت خوب! صرف تمھاری اس جسارت کی وجہ سے میں تین کام تم کو بتاتا ہوں اور یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم ان کو کر سکتے ہو یا نہیں۔"

"جناب عالی، اگر یہ چوری کے کام ہیں تو میں بڑی خوشی سے کر دوں گا۔ آپ بتائیں۔"

"پہلا کام تو یہ ہے کہ تم میری پسندیدہ گھوڑی کو اصطبل سے چرا لو۔"

"یقیناً۔"

"لیکن خیال رہے کہ میں اس کی اچھی طرح حفاظت بھی کروں گا۔"
"بے شک، آپ جتنی حفاظت کرنا چاہیں کریں۔"
"پھر اتوار کی صبح تم بکرے کی وہ ران جو ہمارے باورچی خانے میں بھونی جا رہی ہو گی اس کو چراؤ۔"
"یہ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔" ماہر چور بولا۔
"اور پیر کی رات کو تم ہمارے پلنگ کی چادر چراؤ۔"
"جیسی آپ کی مرضی نواب صاحب۔"
"لیکن یہ نہ بھولنا کہ اگر تم یہ تینوں کام نہ کر سکے تو پھر میں تم کو گرفتار کروا دوں گا اور تم کو سزا ہو جائے گی۔"
"آپ اس کی پروا نہ کریں، لیکن آپ کو بھی یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ اگر میں نے یہ تینوں کام کر دیے تو پھر آپ اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ بلا چوں و چرا کر دیں گے۔"
"ہاں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔" نواب نے کہا اور پھر دونوں ہنسنے لگے۔ نواب تو اس پر ہنسا کہ اس کو یقین تھا کہ کوئی شخص تین بار اس کو چکما نہیں دے سکتا۔ ماہر چور اس پر ہنسا کہ اس کو یقین تھا کہ وہ یہ تینوں کام کرلے گا اور پھر اس کی شادی ہو جائے گی۔

چناں چہ جب یہ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے تو اپنی اپنی تیاریاں کرنے لگے۔

نواب نے چھے ملازمین کو دن رات گھوڑی کی نگرانی پر لگا دیا۔ ایک ملازم گھوڑی کی لگام پکڑے رہے گا۔ دوسرا اس کی دُم پکڑے رہے گا اور تیسرا ملازم گھوڑی پر سوار رہے گا۔ نواب یہ انتظام کر کے چلا گیا۔ اس کو پورا یقین تھا کہ اب گھوڑی کو کوئی نہیں لے جا سکتا۔

دوسری طرف نوجوان اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ وہ قریبی شہر میں چلا گیا اور وہاں اس نے کچھ خریداری کی۔ پہلے تو اس نے ایک دیہاتی عورت سے پُرانے کپڑے خریدے۔ پھر کچھ رنگ لیا۔ اس کے بعد ایک چھوٹا پیپا خریدا اور پیپے میں رکھنے کے

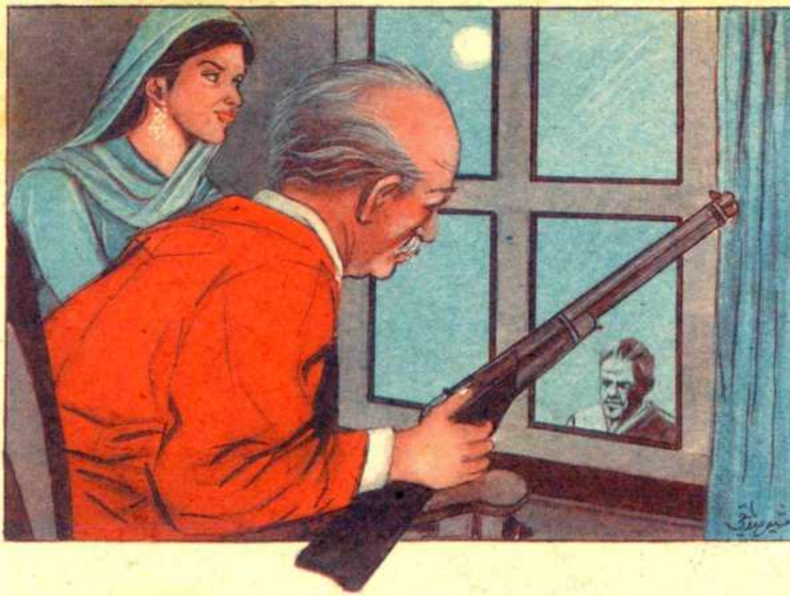

لیے تھوڑی سی شراب خریدی۔ آخر میں وہ دواؤں کی دُکان پر گیا اور وہاں اس نے چند دوائیں خریدیں اور دوا ساز سے کہا کہ ان سب کو مِلا کر آدھا ڈبّا شربت بنادے۔

دوا ساز بولا، "آدھا ڈبّا؟ یہ تو بہت تیز ہے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں۔" نوجوان بولا۔

اب سُنیے۔ حال آنکہ موسم بہار آنے والا تھا، لیکن راتوں کو اچھی خاصی سردی ہو رہی تھی۔ چناں چہ جب رات ہو گئی تو نواب کے ملازمین سردی سے کانپنے لگے۔ اتنے میں کسی کے کھانسنے کی آواز سُنائی دی۔ "کون ہے؟" ایک ملازم بولا۔

"ارے بابا، ایک بوڑھی عورت ہے۔" کسی نے اندھیرے میں کہا۔

جو ملازم گھوڑی کی دُم پکڑے ہوئے تھا وہ لالٹین لے کر باہر دیکھنے چلا گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت سُکڑی ہوئی بیٹھی ہے اور اس کے قریب ہی ایک بھاری چیز رکھی ہوئی ہے۔ یقیناً وہ اس بوجھ کو اپنی پیٹھ پر لاد کر لائی ہو گی۔ بڑھیا بُری طرح کھانسے جا رہی تھی اور کانپ رہی تھی۔

"ہاں، ایک بوڑھی عورت ہے۔" ملازم نے اندر آکر اپنے ساتھیوں سے کہا، "سودا بیچنے والی ہے۔ کہتی ہے کہ رات بسر کرنے کے لیے اس کو کوئی جگہ نہیں ملی۔ وہ یہاں آکر پیال پر لیٹنا چاہتی ہے۔ باہر برف باری ہو رہی ہے۔ اس کو بُلا لینا چاہیے۔"

چناں چہ بوڑھی عورت کو اصطبل میں بُلا لیا گیا۔ وہ اس قدر کانپ رہی تھی کہ ایک ملازم کو اسے پکڑ کر اندر لے جانا پڑا۔ ملازم نے دیکھا کہ جو بوجھ یہ عورت اُٹھائے ہے وہ ایک چھوٹا شراب کا پیپا ہے۔

"بڑی بی، اس پیپے میں کیا ہے؟" ایک ملازم نے پوچھا۔ بوڑھی عورت اتنی بہری معلوم ہوئی کہ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ لہٰذا دوبارہ اس سے پوچھنا پڑا۔ بڑھیا نے کہا، "ارے بیٹا، تھوڑی سی شراب ہے۔ میں اسے بیچ کر اپنا گزارا کرتی ہوں۔"

جو ملازم گھوڑی پر سوار تھا اس نے کہا، "ذرا سی یہ شراب ہمارے جسم میں حرارت پیدا کر دے گی۔" پھر اس نے بڑھیا سے پوچھا، "ایک گلاس کے بدلے تم کیا لو گی؟"

"رُپیہ اور رحم دلی۔" بڑھیا بولی۔

چناں چہ تینوں ملازمین نے اپنی اپنی جیبوں میں سے رقم نکالی اور ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی شراب خرید لی۔ شراب نہایت تیز تھی۔ ملازمین پر بہت جلد اس کا اثر ہو گیا۔ جو ملازم گھوڑی کی لگام پکڑے ہوئے تھا وہ بولا، "شراب جب اچھی ہوتی ہے تو میں دوسرا گلاس لینا چاہتا ہوں۔" جو ملازم گھوڑی پر سوار تھا اس نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور اپنا گلاس بھی بڑھا دیا۔ اسی طرح جو ملازم گھوڑی کی دُم پکڑے تھا اس نے بھی اپنا گلاس آگے کر دیا۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور تھوڑی ہی دیر میں گھوڑی کی دُم پکڑنے والا ملازم دُم چھوڑ کر ڈھیر ہو گیا۔ اسی طرح دوسرا ملازم بھی لیٹ کر خرّاٹے لگانے لگا۔ بڑھیا کی کھانسی بند ہو گئی اور وہ بڑی پھُرتی سے حرکت کرنے لگی۔ اس نے آہستہ سے اس ہاتھ کو الگ کر دیا جو گھوڑی کی دُم کو تھامے ہوئے تھا اور اس ہاتھ میں تھوڑی سی سوکھی گھاس تھما دی اور جس ہاتھ میں لگام کا سرا تھا اس کو علاحدہ کر کے لگام کی جگہ رسّی کا ٹکڑا تھما دیا۔ لیکن اب سوال تھا اس ملازم کا جو گھوڑی پر سوار تھا۔

بوڑھی عورت نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا تو پتا چلا کہ وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہے۔ فوراً بوڑھی عورت نے زین کی بندش علاحدہ کی اور چھت کی دھنّی میں دو رسیّاں لٹکا دیں اور رسیّوں کے سِروں کو زین میں باندھ دیا اور رسّی کے سِروں پر زور لگا کر ملازم کو زین سمیت لٹکا دیا۔ آدھا گھنٹہ قبل کسی کو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ بے چاری بوڑھی عورت اتنی طاقت ور ہو گی۔ آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ یہ دراصل وہی نوجوان تھا۔

چناں چہ اس نے گھوڑی کے پیروں پر پُرانے چیتھڑے باندھ دیے تاکہ ٹاپوں کی آواز نہ سُنائی دے اور پھر گھوڑی پر سوار ہو کر اصطبل کے باہر نکل گیا۔ کافی دُور جا کر جب میدان صاف ہو گیا تو وہ سرپٹ روانہ ہو گیا اور اپنے باپ کے اصطبل میں پہنچ گیا۔

جب صبح ہو گئی اور نواب صاحب سو کر اُٹھے تو کھڑکی کے قریب کھڑے ہو کر جماہیاں لینے لگے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان نواب صاحب کی گھوڑی پر سوار چلا آ رہا ہے۔

اس نے کہا، "نواب صاحب، صبح بخیر، یہ ہے آپ کی گھوڑی! ذرا اپنے اصطبل میں جا کر بھی دیکھ لیجیے کہ آپ کے ملازمین کتنے آرام سے سو رہے ہیں۔" نواب کو پہلے تو غصّہ آیا، مگر پھر وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ اس نے آ کر اپنی گھوڑی کو حاصل کیا اور نوجوان کی پیٹھ کو تھپ تھپایا۔ پھر کہا، "نوجوان، یہ نہ سمجھو کہ تم مجھے ہر بار اسی طرح چکما دے سکو گے۔ یاد رکھو کل اتوار ہے۔ یہ دن تمھارے لیے کٹھن ہو گا۔ اگر تم یہ نہیں کرنا چاہتے ہو تو تم جا سکتے ہو۔"

"شکریہ نواب صاحب۔" نوجوان بولا اور اپنے چہرے پر فکر و تردّد کے آثار پیدا کیے تاکہ نواب یہ سمجھے کہ شاید یہ دوسری بار کوشش کرنا نہیں چاہتا۔

اب سُنیے۔ جُوں ہی نوجوان تھوڑی دُور گیا تو وہ خوشی سے سیٹی بجانے لگا۔ چلتے چلتے وہ گاؤں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے دو شکاری کتّے کرائے پر لیے۔ اس کے علاوہ ایک جال، ایک بوری اور ایک تھیلا بھی لے لیا اور ان چیزوں کو لے کر وہ قریب

والے پہاڑ پر چلا گیا۔ رات ہونے سے قبل اس نے تین خرگوش پکڑ لیے اور انھیں تھیلے میں سنبھال کر بند کر لیا۔ پھر وہ سیٹی بجاتا ہوا واپس آیا اور کتّوں اور جال کو واپس کر دیا۔ تینوں خرگوشوں کو لے کر گھر چلا گیا۔ پھر رات کو چین سے سو گیا۔

دوسرے دن اتوار تھا۔ حال آنکہ وہ نواب کے محل جانا چاہتا تھا۔ پھر بھی اس نے عمدہ لباس نہیں پہنا بلکہ بالکل پھٹے پُرانے کپڑے پہن لیے۔ اب وہ بالکل غریب آدمی نظر آنے لگا۔ پھر تھیلے کو کندھے پر رکھ کر وہ نواب کے محل کے پچھواڑے والے دروازے تک چلا گیا جس طرح دوسرے فقیر کیا کرتے تھے۔

اِدھر باورچی خانے میں نواب اور ان کے گھر والے بکرے کی ران کو بُھنتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جس وقت سب لوگوں کی توجہ بکرے کی ران کی طرف تھی نوجوان نے اپنے تھیلے میں سے ایک خرگوش نکال کر چھوڑ دیا۔ خرگوش باورچی خانے کی کھڑکیوں کے سامنے میدان میں چکّر کاٹنے لگا۔

"ارے وہ دیکھو خرگوش ۔" باورچی خانے میں موجود لوگوں نے کہا۔ کچھ لوگ خرگوش کو پکڑنے کے لیے دوڑ پڑے ۔ نواب نے بھی خرگوش کو دیکھ لیا تھا۔ وہ بولے، "ارے ، اس کو دوڑنے دو۔ موسم بہار میں خرگوش کو پکڑنے سے کیا فائدہ !" تھوڑی ہی دیر میں خرگوش کو راستہ مل گیا اور وہ غائب ہو گیا۔ نوجوان نے اب دوسرا خرگوش چھوڑ دیا۔ لوگوں نے باورچی خانے سے خرگوش پھر دیکھا۔ یہ لوگ سمجھے کہ یہ پہلا والا خرگوش ہے۔ چناں چہ اب زیادہ لوگ اس کو پکڑنے کے لیے دوڑ پڑے ۔ لیکن یہ خرگوش بھی غائب ہو گیا۔ نوجوان نے پھر تیسرا خرگوش چھوڑ دیا اور وہ باورچی خانے کے صحن میں چکّر کاٹنے لگا۔ لوگ سمجھے کہ یہ وہی پہلا والا خرگوش ہے ۔ لہٰذا ہر شخص اس کو پکڑنے کے لیے بے تاب ہو گیا ۔ نواب بولے ،"ہاں ، خرگوش تو اچھا ہے اور اسے بھاگنا بھی نہیں آتا اچھا، چلو اس کو پکڑ لیں ۔" لہٰذا نواب بھی دوڑ پڑے ۔ اب سب لوگ خرگوش کو پکڑنے کے لیے دوڑ رہے تھے ۔ نوجوان اسی کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً دوڑ کر بکرے کی ران اُٹھا لی اور بھاگ گیا ۔ نواب صاحب سب لوگوں کے ساتھ خرگوش کو پکڑتے رہ گئے ۔ مگر خرگوش ان کے ہاتھ نہ آیا۔ اس طرح سے نواب صاحب کو دوسری بار چکمادے دیا گیا۔

چناں چہ اب صرف ایک کام باقی رہ گیا تھا۔ یہ پیر کے دن کرنا تھا۔ نوجوان کو نواب صاحب کے پلنگ کی چادر چُرانی تھی۔ نواب صاحب اپنی تیاریاں کرنے لگے اور نوجوان اپنی تیاریاں کرنے لگا۔ نوجوان اس جگہ چلا گیا جہاں لوگوں کو پھانسی دی جاتی تھی۔ ایک قیدی جس کو پھانسی پر لٹکایا جاچکا تھا اس کی لاش لٹک رہی تھی۔ نوجوان اس لاش کو لے کر نواب کے محل پہنچا اور لاش کو درختوں میں چُھپا دیا۔ پھر اس نے ایک ایسی لمبی سیڑھی حاصل کی جو نواب کے سونے کے کمرے کی کھڑکی تک پہنچ سکے۔ اِدھر نواب نے ایک بندوق بھر کر اپنے پلنگ کے پاس رکھ لی اور سو گئے۔

تھوڑی دیر بعد جب چاند نکل آیا تو نوجوان نے چُپکے سے سیڑھی لگائی اور لاش کو اپنی پیٹھ پر لادے اُوپر چڑھ گیا۔ وہ بس اتنا چڑھا کہ مُردہ آدمی کا سر کھڑکی پر نظر آجائے۔ پھر نوجوان نے تھوڑا سا غل مچایا اور لاش کو اُوپر نیچے کرتا رہا تاکہ دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہو کہ کوئی شخص کھڑکی میں سے جھانک رہا ہے۔ نواب جاگ پڑا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا، "وہ دیکھو نوجوان آگیا۔ اب تم دیکھو میں اس کو گولی مارتا ہوں۔" اتنا کہہ کر نواب نے بندوق اُٹھائی۔

"ارے نہیں، گولی نہ مارو۔ تم تو خود اس سے کہہ چکے ہو کہ وہ کوشش کرے۔" بیوی نے آہستہ سے کہا۔

"میں اس کو ضرور گولی ماروں گا۔" نواب نے کہا اور نشانہ باندھا۔ اب جوں ہی سَر کھڑکی پر دکھائی دیا...... ٹھائیں! نواب نے پھانسی پانے والے مُردہ قیدی کو گولی مار دی۔ نوجوان گولی کی زد سے بچا رہا۔ اس نے فوراً لاش کو نیچے گر جانے دیا اور خود جھاڑیوں میں چُھپ گیا۔ اِدھر نواب بستر پر سے اُٹھ کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگے۔ اس نے دیکھا کہ وہاں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ اب تو نواب اپنا سَر کھجلانے لگے اور اپنی بیوی سے کہا، "یوں تو میں اس علاقے کا حاکم بھی ہوں لیکن لوگ کہیں گے کہ مقدمہ کیوں نہیں چلایا گیا۔ لہٰذا بہتر یہ ہو گا کہ میں نیچے جا کر اس لاش کو خاموشی سے دفن کر دوں۔ تم ایک لفظ بھی کسی سے نہ کہنا۔"

"جو مناسب ہو کرو۔" بیوی بولی۔ چناں چہ نواب سیڑھی سے نیچے چلا گیا۔ اس نے

لاش کو اپنے کندھے پر رکھا اور ایک پھاوڑا لے کر باغ کے ایک کونے میں چلا گیا۔
جوں ہی نواب قبر کھودنے لگا نوجوان نے اپنے دل میں کہا، "اب وقت ہے!"
وہ سیڑھی سے اوپر چڑھ گیا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔
"کیوں، تم اتنی جلدی واپس آ گئے؟" نواب کی بیوی بولی۔ اس نے نوجوان کو دیکھا تو وہ سمجھی کہ اس کا شوہر واپس آ گیا ہے۔

"ہاں، میں نے اس کو ایک گڑھے میں رکھ دیا ہے۔" نوجوان نے نواب کی آواز کی نقل کرتے ہوئے کہا، "لیکن اب ذرا چادر دے دو تاکہ میں اپنے ہاتھوں کو پونچھ لوں۔ لاش تو خون سے لت پت تھی۔"

اس طرح سے عیار نوجوان نے چادر حاصل کر لی۔ پھر وہ کمرے کے کونے میں چلا گیا اور ظاہر کیا کہ وہ کچھ کر رہا ہے۔

اب نوجوان کو بھاگنے کے لیے کوئی عذر پیش کرنا تھا۔ چناں چہ وہ بولا، "بیگم، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں لاش کا ایک پیر زمین کے باہر نکلا چھوڑ آیا ہوں۔ یہ تو ٹھیک نہ ہو گا۔ لہٰذا اپنی تسلی کرنے کے لیے میں نیچے جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر نوجوان سیڑھی کے ذریعہ سے نیچے چلا گیا اور اپنے ساتھ چادر بھی لے گیا۔

نوجوان ٹھیک وقت پر چلا گیا، کیوں کہ نواب لاش کو دفن کر چکا تھا۔ چناں چہ نواب سیڑھی سے اوپر کمرے میں آ گیا۔

"کیا واقعی تم لاش کا پیر باہر نکلا ہوا چھوڑ آئے تھے؟"
بیوی نے پوچھا، "اور چادر کا تم نے کیا کیا؟" "کیا کہہ رہی ہو؟" نواب نے کہا۔
"ارے، میں تو صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ تم نے چادر کا کیا کیا؟" بیوی بولی۔
چناں چہ دونوں رات بھر بحث کرتے رہے اور ان کو پتا نہ چل سکا کہ آخر ہوا کیا؟
بہر حال جب صبح ہوئی تو نوجوان آ کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ نواب کی بیٹی بھی کھڑی تھی۔ نواب دل کا بُرا نہ تھا۔ اس کو عمدہ مذاق سے لطف حاصل کرنا آتا تھا اور پھر وہ زبان بھی دے چکا تھا۔ لہٰذا نوجوان کی نواب کی بیٹی کے ساتھ شادی ہو گئی اور اس طرح نوجوان ایک نواب کا داماد بن گیا۔

مجیب ظفر انوار

امن کا خواب

سال گرہیں آتی ہیں اور پلک جھپکتے نکل جاتی ہیں۔ مگر بہت کم لوگوں کو ساری باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ سال گرہیں عام طور پر بہت جلد بھلا دی جاتی ہیں، صرف وہی یاد رہ جاتیں ہیں جو ماہ و سال میں ارتعاش پیدا کر کے ممتاز بن جاتی ہیں۔ ایسی ہی ایک یادگار سال گرہ ۹ جنوری کو منائی جاتی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس سال گرہ کو منا کر بچے، بڑے، جوان اور بوڑھے سبھی خوش ہوتے ہیں

اور ادبی اور طبّی حلقوں میں مسرت و انبساط کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

بچّو! معلوم ہے ۹ جنوری کے دن کس مشہور ادبی، طبّی اور ہمدرد شخصیت کی سال گرہ منائی جاتی ہے؟ چلو، تمھاری آسانی کے لیے (ہم اس شخصیت کا نام بتانے کے بجائے) ایک اشارہ دیتے ہیں اور وہ اشارہ ہے، "ہمدرد"۔

ارے واہ ..... دیکھا، ننھّی بی مسکرا مسکرا کر "حَکیم ساب ..... حَکیم ساب" کہہ رہی ہیں۔ بھئی کہنا تو یہ "حکیم صاحب" چاہ رہی ہیں مگر ابھی بہت چھوٹی سی ہیں نا، اس لیے الفاظ اور زبان پوری طرح ان کا ساتھ نہیں دے پا رہے۔ اب تم سب جان چکے ہوگے کہ ۹ جنوری کو کس عالمی شخصیت کی سال گرہ منائی جاتی ہے۔ بالکل، یہ ہیں جناب محترم حکیم محمد سعید صاحب۔

آؤ بچّو! آج تمھیں حکیم صاحب کی سال گرہ کے موقع پر ایک جلسے میں لیے چلتے ہیں جس میں بہت بڑے بڑے آدمی شریک ہیں۔ ہر امن پسند نونہال اور بڑے کو اس محفل میں آنے کی عام اجازت ہے۔ یہ جلسہ شہر کے ایک بہت بڑے ہال میں منعقد ہو رہا ہے۔ آؤ ہم سب ہال میں پہنچتے ہیں جہاں بہت سی مشہور شخصیات اس سال گرہ کے بارے میں اظہارِ خیال کرنے کو موجود ہیں۔

اُف، اللہ کی پناہ! وسیع ترین ہال پوری طرح بھرا ہوا ہے۔ ارے ہال کی تو تمام کرسیوں پر نونہالوں کا قبضہ لگتا ہے۔ اور دیکھو گڈّو! ہال کتنی اچھی طرح سجا ہوا ہے۔ ہے نا؛ اور دیکھو یہ سامنے اسٹیج کتنا خوب صورت سجا ہوا ہے۔ اوہو! اسٹیج کے درمیان والی میز پر تو اتنا بڑا کیک رکھا ہوا ہے اور اس پر بہت سی اونچی اونچی موم بتّیاں بھی لگی ہوئی ہیں جو حکیم صاحب روشن کریں گے۔ اسٹیج کے بائیں جانب ڈیس بھی موجود ہے۔ کیک والی میز کے پیچھے موجود نشستوں پر مہمانانِ گرامی تشریف رکھتے ہیں اور ان کے آگے جھکتے ہوئے رنگ برنگے پھولوں کے گل دستے چھوٹی چھوٹی میزوں پر سجے ہوئے ہیں۔

ارے یہ کیا؟ حکیم محمد سعید صاحب تو ہم سے بھی پہلے یہاں موجود ہیں اور مہمانِ خصوصی کی نشست پر تشریف رکھتے ہیں۔ وہ وقت کے بے حد پابند ہیں۔ دیکھو تو شام کے چار بجنے میں دو تین سیکنڈ ہی تو رہ گئے ہیں۔ اچھا اب آرام سے بیٹھ جاؤ، جس کو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ یہ ایک خاص محفل کی عام نشست ہے۔ یہاں "وی۔ آئی۔ پی" قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ دنیا کے ہر امن پسند ملک کے ٹی وی کیمرے سیٹلائٹ کے ذریعے سے اس تقریب کی براہِ راست کارروائی

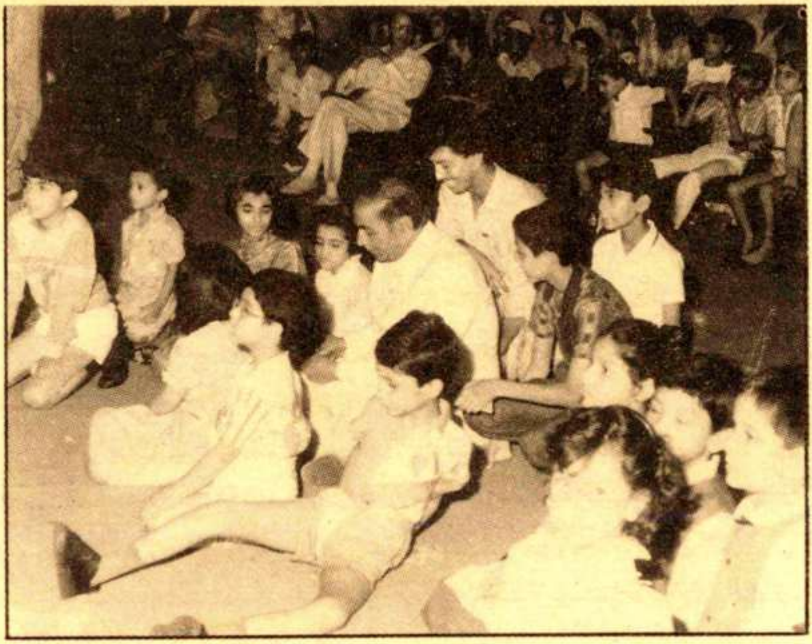

دنیا کے ہر کونے میں موجود نونہالوں کو دکھا رہے ہیں۔ ہزاروں اخباری فوٹو گرافروں کے کیمرے بھی وقفے وقفے سے چمک رہے ہیں۔ ہال کے اوپر والے حصے میں موجود حضرات اس تقریب کا دُنیا کی پانچ زبانوں میں آنکھوں دیکھا حال سُنا رہے ہیں۔ حکیم صاحب کے چہرے پر سنجیدگی ہے۔ وہ ہر چیز کو بغور دیکھ رہے ہیں۔

شام کے ٹھیک چار بجے ہمدرد نونہال کے مدیرِ اعلا جناب مسعود احمد برکاتی اسٹیج پر تشریف لائے۔ برکاتی صاحب کو دیکھ کر تمام مہمانانِ گرامی قدر اپنی اپنی نشستوں کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ یہ زندہ قوموں کے زندہ افراد کے استقبال کا خوب طریقہ ہے۔ برکاتی صاحب اپنے مخصوص انداز میں خیر مقدمی تالیوں کا جواب دیتے ہوئے ڈیس تک آرہے ہیں۔ سب لوگ بیٹھ چکے ہیں۔ سُنو! برکاتی صاحب کچھ کہہ رہے ہیں:

"میرے پیارے نونہالو اور قابلِ احترام بزرگو! آپ سب پر سلامتی ہو۔ سب سے پہلے میں تمام نونہالوں اور ان کے بڑوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو وقت پر یہاں پہنچے۔ جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے

کہ آج ہم نے یہ بزم محترم حکیم محمد سعید صاحب کی سال گرہ کی خوشی میں سجائی ہے۔ آج کورم بھی پورا ہے اور موقع بھی اچھا ہے۔ مگر یہاں ہم سے ذرا سی چوک ہو گئی اور وہ یہ کہ ہم نے اس بزم کو آخر وقت تک حکیم صاحب سے پوشیدہ رکھا۔ بھئی حکیم صاحب اپنی تعریف و توصیف پر بجائے خوش ہونے کے کبھی کبھار ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ شان و شوکت اور تعریف و توصیف کو پسند نہیں کرتے، مگر ہمیں امید ہے کہ حکیم صاحب نونہالانِ وطن کا جوش و خروش دیکھتے ہوئے ہمیں معاف فرمائیں گے۔ میں جلسے کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے ایک نونہال حافظ کو تلاوتِ قرآن حکیم کے لیے بُلاتا ہوں۔"

ارے! حکیم صاحب تو برکاتی صاحب کو دیکھ کر ہلکے ہلکے مسکرا رہے ہیں اور برکاتی صاحب رومال سے پیشانی پر آیا پسینا صاف کر رہے ہیں۔ ہال میں مکمل خاموشی ہے۔

نونہال قاری اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری آسمانی کتاب "قرآن مجید" کا سچے دل سے اقرار کر رہا ہے۔ تلاوت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد نونہال قاری نے حکیم صاحب کو ان کی سال گرہ کی مبارک باد دی۔ حکیم صاحب مسکرائے اور اُٹھ کر قاری نونہال کے پاس آنا چاہا مگر ذہین نونہال ان کے اُٹھنے سے پہلے ہی ان کے پاس پہنچ گیا۔ حکیم صاحب نے اس سے ہاتھ ملایا اور اسے خوب شاباشی دی۔

اب چار پیارے پیارے نونہال اسٹیج پر آچکے ہیں۔ وہ ایک آواز میں نعت رسول مقبولؐ پڑھ رہے ہیں۔ ہال میں موجود لوگ کس قدر نظم و ضبط کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کتنے اچھے لگ رہے ہیں یہ لوگ! آج ہر امن پسند شخص خوش ہے۔ ہال میں برکاتی صاحب کی آواز گونج رہی ہے: "آج ۹ جنوری ہے، بچّوں کی پسندیدہ شخصیت اور بڑوں کے حکیم صاحب کی سال گرہ کا دن ہے۔ آج ایک امن پسند شخصیت کی سال گرہ ہے۔ ہمارے حکیم صاحب آج ۶۹ برس پورے کر کے ۷۰ ویں سال میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اُن کی زندگی کے ان ۶۹ سالوں کا خلاصہ اگر ایک لفظ میں بیان کروں تو وہ لفظ ہے 'محنت'۔ حکیم صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ملک کا ہر بچّہ حکیم سعید بن جائے۔ اب میں جن صاحب کو بُلا رہا ہوں دراصل اُنھی کی آج سال گرہ منائی جا رہی ہے۔ تشریف لا رہے ہیں جناب حکیم محمد سعید صاحب۔"

ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی پورا ہال تالیوں کی آوازوں سے گونج اُٹھا۔ تمام لوگ حکیم صاحب کی تعظیم میں اپنی اپنی کرسیوں پر سے اُٹھ کر حکیم صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

اسٹیج پر بیٹھے ہوئے معزز مہمان بھی اُٹھ کر تالیاں بجا رہے ہیں۔ حکیم صاحب اپنی نشست پر سے اُٹھے، پُروقار انداز میں چلتے ہوئے ڈیس کی جانب بڑھے۔ سفید لباس، بے شکن، پاکیزہ، امن کا نشان، ساری دنیا میں حکیم صاحب کی پہچان۔ انھوں نے ہاتھ اُٹھا کر ہال میں موجود افراد کے خیر مقدم کا جواب دیا۔ نشستوں پر موجود معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

اب ہر تالی خاموش ہے۔ ہر کان پوری طرح کھلا ہے اور ہر آنکھ حکیم صاحب پر جمی ہے۔ حکیم صاحب کی آواز سنائی دے رہی ہے:

"میرے پیارے نونہالو! آپ سب کا شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں برکاتی صاحب سے یہ کہوں گا کہ جائیے آج ہم نے آپ کو معاف کر دیا۔" ہال میں ایک بار پھر تالیوں کا طوفان اُمڈ آیا۔ حکیم صاحب مسکراتے لگے پھر دوبارہ گویا ہوئے: "اپنی تعریف و توصیف پر خوش ہونا! بھئی، مجھے تو بڑی شرم آتی ہے۔ انسانی خدمت کا مزہ جبھی تو ہے جب نام پوشیدہ رہے اور کام بھی ہو جائے۔ اس جلسے میں بچے بھی ہیں اور بڑے بھی، میں کون سی زبان استعمال کروں۔ بہرحال میں کوشش کروں گا کہ دونوں کی زبان میں بات کروں۔ یقیناً اس بزم کا مقصد بچوں کو پاکستان کا اچھا شہری بنانا، ان میں پاکستان کی محبت اور تعمیر کا جذبہ بیدار کرنا، علم کا شوق پیدا کرنا، ان کی تربیت کرنا، آپس میں میل و محبت پیدا کرنا اور بزرگوں کا احترام کرنا سکھانا ہے۔ بچے جس ذوق و شوق سے اور وقت کی پابندی سے آج کی بزم میں شریک ہوئے اس کو دیکھ کر میرا جی خوش ہو گیا۔ بھئی آپ سب کا بہت شکریہ۔" اتنا کہہ کر حکیم صاحب رُکے۔ ہال ایک مرتبہ پھر تالیوں سے گونج اُٹھا۔ آج ہر فرد کتنا مسرور ہے۔ شاید اتنی خوشی کسی کو اپنی سال گرہ پر بھی نہ ہوتی ہو۔

اچانک برکاتی صاحب اُٹھے اور انھوں نے حکیم صاحب کے پاس آکر کچھ کہا پھر واپس جا کر اپنی نشست پر بیٹھ گئے۔

حکیم صاحب: "میرے عزیز مسعود احمد برکاتی صاحب کی خواہش ہے کہ میں نونہالانِ وطن کو اپنی سال گرہ کے موقع پر کوئی پیغام دوں۔ تو میرا سب کے لیے ایک ہی پیغام ہے۔ پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ شکریہ۔" اتنا کہہ کر حکیم صاحب رُکے پھر ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے واپس اپنی نشست پر آ گئے۔ اُفوہ! ہال میں ابھی تک تالیاں بج رہی ہیں۔ آج ہر شخص تالی بجا رہا ہے، خوشی کے ترانے گا رہا ہے۔ اب برکاتی صاحب اُٹھ کر

ڈیس تک آرہے ہیں:

"میں اپنے تمام معزز مہمانوں کا اور حکیم صاحب کا دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے ہماری درخواست پر اس بزم کو اپنی آمد سے سجایا۔ اب میں نونہالوں کی اس عالمی بزم کی بقیہ نظامت (کمپیئرنگ) آپ ہی جیسے ایک ہونہار نونہال کے حوالے کرتا ہوں۔ تشریف لائیے عزیزمن مجیب ظفر انوار۔"

اوہو.... ہمارا نام....؟ ہم اور یہ مرتبہ....؟ گک.... کیا یہ خواب ہے! مگر نہیں ہال میں موجود نونہالوں کی زندہ تالیاں ہمیں حقیقت کا احساس دلا رہی ہیں۔ ہم اُٹھے اور لڑکھڑاتے قدموں اور دَھک دَھک کرتے دل کے ساتھ آگے بڑھے۔ مائک ہاتھ میں لیتے وقت ہماری نظر حکیم صاحب کے مسکراتے چہرے پر پڑی۔ایک انجانی سی طاقت ہماری رگ وپے میں سرایت کر گئی اور ہم نے بڑے اعتماد کے ساتھ مائک سنبھال لیا۔

"ابتدا کرتا ہوں ربِّ جلیل کے بابرکت نام سے۔ میرے محترم بزرگو اور پیارے دوستو! آج ہمارا جلسہ ہے جو ہم نے ایک امن پسند شخصیت کی سال گرہ کے دن منعقد کیا ہے۔ آج اس امن پسند شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے بہت سی اعلا شخصیات بھی موجود ہیں۔ ان میں شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی۔ ڈاکٹر، حکیم اور سائنس داں بھی ہیں اور انجینئر بھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ سب انسان ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ آج کے دن کو امن کا دن قرار دیا گیا ہے۔ واقعی ملک کے تمام نونہال "امن" چاہتے ہیں۔ آج ہمارے دوست کی سال گرہ ہے۔ محمود غزنوی نے سومنات کا مندر ۹ جنوری کو فتح کیا۔ ۹ جنوری ۱۹۱۳ء کے دن کیلیفورنیا (امریکا) میں امریکا کے سابق صدر رچرڈ نکسن پیدا ہوئے اور جناب ۹ جنوری ۱۹۲۰ء کے دن دہلی میں ہمارے حکیم صاحب پیدا ہوئے۔ کسے معلوم تھا کہ جناب حکیم عبدالمجید کے گھر میں محترمہ رابعہ ہندی کی کوکھ سے جنم لینے والے اس بچّے کو دنیا ملک وملّت کے ایک بڑے آدمی اور عظیم معالج کی حیثیت سے جانے گی اور چاہے گی۔" اتنا کہہ کر ہم سانس لینے کی خاطر رُکے۔ نونہال جو بڑے غور سے ہمارے الفاظ سُن رہے تھے ایک دم تالیاں بجانے لگے۔ اب ہمارا حوصلہ مزید بڑھا اور ہم دوبارہ گویا ہوئے:

"یہ بچّہ بچپن ہی سے بڑا ذہین تھا۔ وہ شریر بھی بے حد تھا مگر اس کی ہر شرارت میں ذہانت کا کوئی پہلو چھپا ہوتا تھا۔ کوئی ایسا بچّہ ہو گا جو سات برس کی عمر میں حاجی اور نو برس کی عمر میں حافظِ قرآن ہو جائے؟ جی ہاں، ہمارے حکیم صاحب یہ سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ آج مجھے مرحوم اکبر

الہ آبادی کا ایک شعر یاد آ رہا ہے کہ

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتّوں میں نہاں ہو کر

زمانہ بیتتا۔ ۱۹۳۹ء میں حکیم صاحب نے طِب کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۴۸ء میں پاکستان آگئے اور یہاں ۱۹۴۸ء میں "ہمدرد دواخانے" اور ۱۹۶۴ء میں "ہمدرد فاؤنڈیشن" کی بنیاد رکھنے کے بعد قوم کی جسمانی اور اخلاقی تربیت کے سیکڑوں راستے کھول لیے اور اپنے لیے جنّت کا ایک راستہ پکّا کر لیا۔ ہماری خوش قسمتی کہ آج ہمارے ساتھ ہمدرد (انڈیا) کے صدر نشین اور حکیم صاحب کے بڑے بھائی جناب حکیم عبدالحمید صاحب بھی موجود ہیں۔ آئیے ان کے تجربات کے مہکتے لفظوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تشریف لاتے ہیں جناب حکیم عبدالحمید صاحب۔"

ہال میں موجود تمام بچّے اور بڑے ایک بار پھر اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ حکیم صاحب، برکاتی صاحب اور دوسرے معزز مہمان بھی اپنی نشستوں پر سے اُٹھ چکے ہیں۔ حکیم عبدالحمید صاحب تالیوں کی گونج میں ڈیس تک آئے۔ وہ ہمارے جلسے میں شرکت کرنے کے لیے ہندُستان سے تشریف لائے ہیں، اس لیے ہم سب ان کا دِلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

وہ فرما رہے ہیں، "کاش ساری دنیا کے سربراہ یہاں آکر بچّوں کے دِلوں کی باتیں اپنے کانوں سے سُن لیں۔ آج کا دن امن کا دن بالکل صحیح طور پر چُنا گیا ہے۔ آج میرے عزیز مگر ذہین بھائی کی سال گرہ ہے۔ ہم میاں سعید کی درازیٔ عمر کے لیے دُعا کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ حکیم محمد سعید اسی طرح اپنے قوم کے افراد کی جسمانی اور روحانی صحت کے لیے کمر بستہ رہیں گے۔ ۲۰۲۰ء سے بھی آگے تک۔ شکریہ۔"

اتنا کہہ کر حکیم عبدالحمید صاحب نے اپنی نشست کی جانب قدم بڑھا دیے۔ حکیم صاحب اُٹھ کر ان کے گلے لگ گئے۔ تالیاں بدستور جاری ہیں۔

ہم ایک بار پھر نونہالانِ وطن کے سامنے آئے۔

"آئیے اب ایک نغمۂ امن سُنتے ہیں۔" اس کے بعد مقامی اسکول کے نونہالوں نے نغمہ "صبحِ امن" پیش کیا۔ اس پیارے سے نغمے کو نونہالوں نے بہت پسند کیا۔ نغمے کے بعد ہم دوبارہ اسٹیج پر آئے۔ نغمہ ختم ہو چکا ہے۔ حکیم صاحب کی محویت بھی ٹوٹ چکی ہے اور وہ بہت خوش نظر آرہے ہیں۔ "اب

اس سے پہلے کہ میں "حکیم سعید کوئز" کا آغاز کروں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ آج اس تاریخی جلسے میں جناب حکیم محمد سعید کی صاحب زادی اور ہمدرد نونہال کی اعزازی مدیرہ محترمہ سعدیہ راشد بھی تشریف رکھتی ہیں۔ آئیے سُنتے ہیں کہ وہ حکیم صاحب کے بارے میں کیا بتاتی ہیں۔

تشریف لاتی ہیں محترمہ سعدیہ راشد منیر۔"

تالیوں کی گونج میں ایک باوقار خاتون کرسی سے اُٹھیں اور ڈیس تک آئیں۔ نونہال پہچان گئے کہ یہ کون ہیں۔ انھوں نے کہنا شروع کیا:

"شکریہ مجیب! میرے محترم بزرگو اور پیارے نونہالو! آج ۹ جنوری کا دن ہے۔ آج میرے والد کی نہیں بلکہ پورے پاکستان کے بچّوں کے "حکیم صاحب" کی سال گرہ ہے۔ حکیم صاحب کے بارے میں کیا کہوں۔ سُنتی آئی ہوں کہ بچپن ہی سے محنت کی عادت نے قدم قدم پر حکیم صاحب کا ساتھ دیا اور وہ "ہمدرد" کی ترقی اور خدمت کے لیے اپنا شب و روز کا آرام چھوڑ کر قوم کی صحت اور خوش حالی کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ ادھر پاکستان میں "ہمدرد" نے ترقی کی اور اُدھر ہندستان میں "ہمدرد" نے جناب حکیم عبدالحمید کی زیرِ نگرانی ترقی کرنی شروع کی۔ حکیم صاحب منھ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا نہیں ہوئے تھے البتہ جذبۂ خدمت انھیں ضرور ورثے میں ملا ہے۔ بہ حیثیت باپ کے وہ عظیم باپ ہیں۔ اور کیا کہوں؟ ایک بیٹی اپنے شفیق کی کون کون سی خوبی گنوائے گی؟ آخر میں ایک بار پھر میں آپ سب کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے اتنی پیاری محفل سجائی۔ شکریہ۔"

تالیوں کی آوازوں میں محترمہ سعدیہ صاحبہ اپنی نشست پر واپس آچکی ہیں۔

"اب بات ہو جائے کچھ روح کی غذا کی۔ مقامی اسکول کی چند طالبات حکیم صاحب کی سال گرہ کے موقع پر ایک خوب صورت گیت سُنانے کے لیے تشریف لا رہی ہیں۔ استقبال کیجیے گا۔ تشریف لاتی ہیں اِرم، کنول، شازیہ، بشریٰ اور بینش۔" پانچوں طالبات نے اسٹیج پر آکر مُدّھر سُروں میں ایک گیت سُنایا:

گیت کے ختم ہونے پر خوب تالیاں بجیں۔ حکیم صاحب بڑی توجہ سے چہرے پر ہاتھ رکھے گیت سُن رہے تھے۔ گیت ختم ہوتے ہی وہ مُسکرا اُٹھے اور بے اختیار تالیاں بجانے پر مجبور ہو گئے۔ برکاتی صاحب فخر سے ان عظیم طالبات کو دیکھ رہے تھے جو ان کی بزم سجانے میں کام یاب رہی تھیں۔ اس دعائیہ گیت کے بعد ہم ایک بار پھر اسٹیج پر آچکے ہیں۔ ہال کے اسپیکروں سے ہماری

آواز بلند ہو رہی ہے: اور اب باری ہے "حکیم سعید کوئز کی"۔ سوالات بے حد آسان ہیں اور ان پر انعامات بھی رکھے گئے ہیں۔ سب سے مزے دار بات یہ ہے کہ انعام حکیم صاحب خود اپنے ہاتھوں سے ذہین نونہالوں کو دیں گے۔ امید ہے کہ حکیم صاحب ہماری خاطر یہ تکلیف برداشت کر لیں گے۔"
اتنا کہہ کر ہم مائک سنبھالے ہوئے اسٹیج پر سے نونہالوں کے درمیان اُتر آئے۔

"پہلا سوال ہے، حکیم صاحب نے ۱۹۳۹ء میں طب کا کون سا امتحان پاس کیا؟ آپ کو آتا ہے؟ بتائیے؟"

ایک نونہال کھڑا ہوا اور ہم نے مائک اس کے آگے کر دیا۔ بچے کا جواب تھا "کامل الطب والجراحت"

"جواب بالکل ٹھیک ہے۔ جائیے اپنا انعام لیجیے۔" ہم نے کہا اور بچے نے جا کر حکیم صاحب سے اپنا انعام وصول کیا۔ حکیم صاحب نے بچے کو شاباش دی اور پیار کیا۔

"اب اگلا سوال ہے کہ آپ کا پسندیدہ ہمدرد نونہال کب سے شائع ہو رہا ہے جس کے پہلے شمارے کی قیمت صرف دو آنے تھی؟" ہم نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ کئی ہاتھ کھڑے ہو گئے۔

"آپ بتائیے۔" ہم نے ایک بچے سے پوچھا۔ جواب تھا "جولائی ۱۹۵۳ء سے۔" ہال میں تالیاں گونج اُٹھیں۔

اسی طرح ہم سوالات پوچھتے رہے اور ذہین نونہال انعامات لوٹتے رہے۔ حکیم صاحب بھی

بڑی خندہ پیشانی اور محبت کے ساتھ نونہالوں کو انعامات دے رہے تھے۔ برکاتی صاحب اور دیگر مہمان بھی بے حد خوش تھے۔

اگلا سوال تھا، "محترمہ رابعہ ہندی کے بارے میں کتاب کس نے لکھی ہے؟" جواب ملا "خواجہ حسن نظامی نے

تالیاں۔

"اب آخری سوال ہے، "حکیم صاحب کو مرکزی حکومت میں کون سا عہدہ ملا تھا جو مرکزی وزیر کے برابر تھا؟" اس بار ہال کے پیچھے کی نشستوں پر سے کئی نونہالوں نے ہاتھ بلند کیے۔ ہم ان کی جانب بڑھے۔ "جی بتائیے۔" ہم نے ایک مسکراتے ہوئے نونہال سے پوچھا۔

"مشیر صدر پاکستان برائے طب۔" نونہال کے درست جواب پر ہال میں تالیاں گونج اُٹھیں۔

ہم واپس اسٹیج پر آئے۔ ذہین نونہالوں کو حکیم صاحب انعام دینے کے بعد شاباشی دے رہے تھے۔ تالیوں کا شور ذرا کم ہوا تو ہم نے بولنا شروع کیا:

"یقین کیجیے آج یہ پروگرام ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا مگر گھڑی کی متحرک سوئیاں ہمیں وقت کے گزرنے کا احساس دِلا رہی ہیں۔ میں دنیا کے تمام خاص کر پاکستان کے نونہالوں اور بڑوں کی طرف سے حکیم صاحب کو اُن کی پُربہار سال گرہ کے موقع پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ آج ہمارے درمیان اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود تشریف لائے۔ ساتھ ہی میں اپنے تمام معزز مہمانوں کا دِلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج بہت سے نونہال اپنے ٹی۔ وی سیٹوں پر بھی اس تقریب کو دیکھ رہے ہوں گے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ حکیم صاحب کو اپنی قوم بلکہ تمام دنیا کے افراد کی صحت اور تعلیم عزیز ہے۔ وہ سرتاپا خدمت ہیں۔ چناں چہ آج امن کی سال گرہ ہے۔ اللہ کرے حکیم صاحب ہزاروں سال گرہیں منائیں۔ ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد طبّیہ کالج اور مدینۃ الحکمت پر ان کا سایہ سلامت رہے کہ حکیم صاحب کی زندگی ہی سال گرہ کا بہترین تحفہ ہے۔"

تالیوں کا شور اتنا زیادہ تھا کہ ہماری آنکھ کُھل گئی: "ارے! تو کیا وہ خواب تھا؟" ہم نے آنکھیں مَلتے ہوئے سوچا۔ خیر جو کچھ بھی تھا، تھا بہت حسین اور دل چسپ۔ اور پھر جیسے ہی ہماری کلینڈر پر نظر گئی تو معلوم ہوا کہ واقعی آج ۹ جنوری کا دن ہے، یعنی حکیم صاحب کی سال گرہ کا دن۔

"چلو بھئی، اُٹھو۔ آج حکیم صاحب کی سال گرہ میں بھی تو جانا ہے۔"

سمندری یا آبی کیچوے

ڈاکٹر منظور احمد

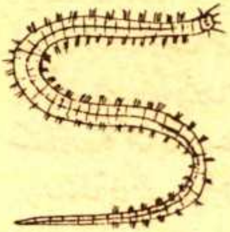

شکل ۔ ۳ آبی کیچوا نیریس

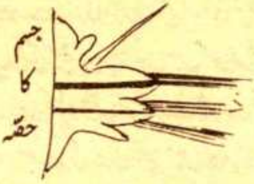

شکل ۔ ۲
ایک پایہ (بڑا کیا ہوا)

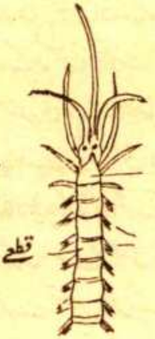

شکل ۔ ۱
ایک عام آبی کیچوا

کیچوے اور جونکیں حیوانات کا ایک مشہور اور کئی لحاظ سے اہم گروہ ہیں ۔ ان کی مجموعی طور پر دنیا میں تقریباً ...۱۱ ہزار قسمیں پائی جاتی ہیں، جن میں کئی طرح کے آبی کیچوے، زمینی کیچوے اور جونکیں شامل ہیں۔ کیچوے اور جونکیں اس لحاظ سے اہم ہیں کہ حیوانات کے ابتدائی گروہوں میں یہ پہلا گروہ ہے جس میں ان خصوصیات کی بنیاد پڑی جو دوسرے بڑے سے بڑے ارتقایافتہ گروہوں مثلاً مچھلیوں، ہوام، پرندوں، دودھیلے جانوروں اور انسانوں تک میں نظر آتی ہیں۔ مثلاً مرکزی دماغ اور عصبی ڈور، قطعے دار جسم، دورانِ خون کا نالی دار نظام اور مختلف اندرونی اور بیرونی اعضا کے جوڑے۔ ان خاص باتوں کی بنا پر بعض سائنس داں یہ خیال کرتے ہیں کہ تمام فقریوں (CHRODATES) کی ابتدا کیچوؤں سے ہوئی۔

آبی کیچوؤں کی شکل و صورت اگرچہ زمینی کیچوؤں سے ملتی جلتی ہے، لیکن ان میں بعض واضح فرق بھی ہیں، مثلاً عام طور پر آبی کیچوؤں میں حرکت کرنے کے لیے بعض قطعوں پر پاؤں کے جوڑے ہوتے

ہیں جن کی وجہ سے آبی کیچوؤں کو حرکت کرنے، تیرنے اور چپکنے وغیرہ میں سہولت رہتی ہے۔ آبی کیچوؤں کے پاؤں میں کافی بڑی تعداد میں کانٹے موجود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو کثیر اُبریہ POLYCHAETA بھی کہتے ہیں۔ دوسری اہم خصوصیت آبی کیچوؤں میں حسّی اعضا کی موجودگی ہے جو کافی تعداد میں بال کی طرح سَر کے اگلے حصّے میں نظر آتے ہیں۔ آبی کیچوؤں کے پاؤں اور حسّی اعضا کئی قسموں کے ہوتے ہیں۔

کیچوؤں اور جونکوں کے گروہ میں سب سے زیادہ تعداد آبی یا سمندری کیچوؤں کی ہے جن کی دنیا میں لگ بھگ آٹھ ہزار قسمیں پائی جاتی ہے۔ یہ قسمیں کئی طرح کے ماحولی حالات میں رہنے کی عادی ہیں اور حیرت انگیز طریقے سے زندگی گزارتی ہیں۔ آبی کیچوے سمندر کی تہ میں، ساحلی کیچڑ میں، کھلے پانیوں کی گہرائیوں میں، پانی کی سطح پر، چٹانوں میں سوراخ بنا کر یا اپنے اِرد گرد مٹی اور ریت کے ذرّات کا خول بنا کر رہتے ہیں اور اکثر و بیش تر چھوٹے چھوٹے قشریوں وغیرہ کا شکار کرتے ہیں۔ نیریس نامی آبی کیچوے (شکل۔ ۳) سمندر کی تہ کی کیچڑ میں رہ کر نامیاتی ذرّوں، سمندری کائی اور خردبینی حیوانات کو کھاتے ہیں۔ عام زندگی کے دوران ان کے پاؤں جسم کے سارے قطعوں میں یکساں ہوتے ہیں، لیکن جونہی ان کیچوؤں کے بیضے دان یا اُنثئے پوری طرح تیار ہو جاتے ہیں، ان کے جسم کے پچھلے حصّوں کے پایوں (PARAPODIA) کے جوڑے اتنے بڑے اور چوڑے ہو جاتے ہیں کہ یہ کیچوے تہ کی کیچڑ میں رہنے کے بجائے سطحِ سمندر پر تیرنے لگتے ہیں۔ حیوانات پر شروع میں تحقیقات کرنے والے کافی عرصے تک یہ نہ سمجھ سکے کہ سمندر کی تہ میں رہنے والے نیریس کیچوے اور سطح پر تیرنے والے یہ کیچوے دراصل ایک ہی چیز ہیں۔ پلولو کیچوے (PALOLO WORMS) بھی روشنی سے کتراتے ہیں۔ یہ سمندر کی تہ میں رہتے ہیں۔ لیکن جب اُن میں نر اور مادّہ کا جنسی رجحان بیدار ہوتا ہے تو وہ بھی لاکھوں کی تعداد میں بیک وقت سطحِ سمندر پر نظر آتے ہیں۔ بحرالکاہل میں جزائر فجی کے آس پاس رہنے والے پلولو کیچوے، اکتوبر یا نومبر میں چاند کی آخری چوتھائی کے شروع ہوتے ہی سطحِ سمندر پر نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہاں اُن کے انڈے اور منویے بہ یک وقت پانی میں چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ بڑی تعداد میں مل کر نئے پلولو کیچوؤں کے لاروؤں کو جنم دیتے ہیں۔ بحر اوقیانوس کے پلولو کیچوؤں میں یہ تولیدی عمل جون اور جولائی میں ہوتا ہے۔

سمندر کی تہ میں رہنے والے کیچوؤں کی ایک دوسری قسم ایفرو ڈائٹ (APHRODITE) کم

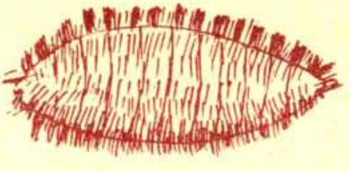

شکل ۔ ۴ ایفروڈائٹ (سمندری چوہا)

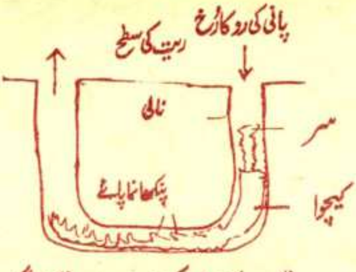

شکل ۔ ۵ کیٹاپٹرس کیچوا اور اس میں U شکل کا گھروندا

گہرے پانیوں میں رہتی ہے ۔ اس کی شکل و صورت کی وجہ سے اسے سمندری چوہا بھی کہتے ہیں ۔ اس کا جسم جن ڈوریوں سے ڈھکا ہوا ہوتا ہے ان میں سے روشنی پڑنے سے ایسے خوب صورت قوس و قزح جیسے رنگ نکلتے ہیں کہ اسے ایفروڈائٹ کا نام دیا گیا ۔ یہ نام یونانی ادب میں 'محبّت کی دیوی' کا تھا ۔ اس کے متعلق یہ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ سمندری جھاگ سے پیدا ہوئی تھی ۔

بعض سمندری کیچوے، کیچڑ میں چھُپ کر اور آزاد تیرنے والی ملی جُلی زندگی گزارتے ہیں ۔ فلوڈوس کیچوا (PHYLLODOCE) دن کے وقت سمندر کی تہ میں پوشیدہ رہتا ہے، لیکن رات کے وقت خوب لہراتا ہوا تیرتا ہے اور کئی طرح کے رنگ بکھیرتا جاتا ہے ۔ اس کے مقابلے میں کئی دوسری قسموں کے کیچوے مستقل طور پر سمندر کے سطحی پانیوں میں تیرتے ہوئے گزارتے ہیں ۔ ان کے پائے جوڑے اور آنکھیں اچھی طرح نمو یافتہ ہوتی ہیں ۔ یہ کیچوے اس قدر شفاف جسم کے مالک ہوتے ہوتے ہیں کہ آسانی سے پیراکیوں (PLANKTONS) کے جھمگٹوں میں رہتے ہیں اور روشنی کے ساتھ پانی میں اوپر نیچے حرکت کرتے رہتے ہیں ۔ سمندروں میں آزاد تیرنے والے کیچوؤں کی کچھ قسمیں دوسرے سمندری حیوانات کے ساتھ باہمی مفاد کے تعلق بھی قائم کر لیتی ہیں اور اس طرح دو دوستوں (COMMENSAL) کی طرح رہتی ہیں ۔ لیکن کچھ ایسی بھی ہیں جنھوں نے مکمل طفیلی (PARASITE) کی طرح رہنا شروع کر دیا ہے اور اس طرزِ زندگی کے مطابق اپنے اندر تبدیلیاں بھی پیدا کر لی ہیں ۔ کیچوؤں کی یہ طفیلی قسمیں سمندری مچھلیوں پر اور بڑے جھینگوں کے گلپھڑوں وغیرہ پر رہتی ہیں اور ان کا خون چُوستی ہیں ۔

آبی کیچوؤں کی کئی قسمیں سمندر کی سطح پر یا سمندر کی تہ میں پانی یا کیچڑ میں آزادانہ گھومنے پھرنے کے بجائے عملی طور پر غیر متحرک (SEDENTARY) ہوتی ہیں، اس لیے کہ وہ زیادہ تر رہنے کے

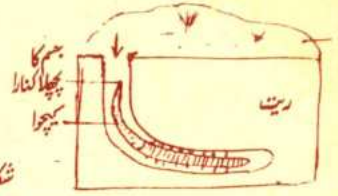

شکل ۔۶ ارینی کولا کیچوا اور اس کا گھروندا

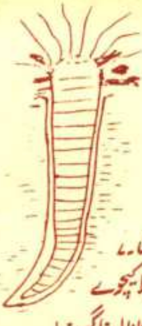
شکل ۔۷
ٹیری بیلا کیچوے
کا نالی نما گھروندا

شکل ۔۸ سرپیولا کیچوے کا
شاخ دار نالیوں کا گھروندا

لیے نالیاں بناتی ہیں، جن کے اندر یا تو وہ مستقل طور پر رہتی ہیں یا تھوڑی دیر کے لیے باہر نکل کر کچھ حرکت کرتی ہیں اور پھر واپس ٹیوب کے اندر چلی جاتی ہیں۔ اپنے رہائشی نالی نما گھروندے یا تو یہ کیچوے اپنی جلد سے خارج ہونے والی رطوبتوں سے بناتے ہیں یا رطوبت کے ساتھ ریت وغیرہ کے ذرّے ملا کر گھروندوں کی دیواریں تعمیر کرتے ہیں۔ خوراک حاصل کرنے کے لیے گھروندوں میں رہنے والے کیچوے یا تو ریت یا کیچڑ کی بڑی مقدار کو نگل لیتے ہیں اور اس سے حاصل ہونے والے نامیاتی مادّوں پر گزارا کرتے ہیں یا پھر خوراک کے ان ذرّوں کو کھاتے رہتے ہیں جو اردگرد کے پانی سے اُن کے گھروندوں کے پیندے میں گرتے رہتے ہیں۔ یا پھر پانی میں اِردگرد سے گزرنے والے چھوٹے حیوانات کو پانی میں لہریں پیدا کر کے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور کھا جاتے ہیں۔

نالی نما گھروں میں رہنے والے سمندری کیچووں میں سے کیٹاپٹرس (CHAETOPTERUS) انگریزی کے حرف یو (U) کی شکل کی نالی میں رہتا ہے۔ (شکل ۵) اس کے جسم پر واقع پنکھوں کی طرح کے پایوں کے جوڑے پانی کی رو پیدا کرتے ہیں جو ایک سوراخ سے اندر داخل ہوتا ہے اور دوسرے سوراخ سے نکل جاتا ہے۔ اس پانی کی رو کے ساتھ خوراک کے ذرّے یا بیرا کیے بھی اندر آجاتے ہیں جو کیٹاپٹرس کی خوراک بن جاتے ہیں۔

کئی دوسرے سمندری کیچوؤں مثلاً ایمفی ٹرائٹ (AMPHITRITE)، ٹیری بیلا (TEREBELLA)، سبیلا (SABELLA) اور سرپیولا (SERPULA) وغیرہ چونے کے پتھر کے ذرّوں اور جلدی رطوبتوں کو ملا کر اپنا گھروندا بناتے ہیں۔ ان کے بنائے ہوئے گھروندوں کی نالیاں پتھروں کے اندر اکثر سیدھی یا معمولی سی مُڑی ہوئی ہوتی ہیں اور بعض اوقات کئی نالیاں مل کر ایک

شکل - ۱۰ سِلّس کیچوے میں شاخ در شاخ پیدائش کا نمونہ

شکل - ۹ ایک آبی کیچوے سر پر سینگچوں کا گچھا

جال بھی بنا دیتی ہیں ۔ (شکل ۷ ، ۸) کیچوؤں کے سَر والے حصّوں پر چھوٹا یا بڑی سینگچوں کا ایک گچّھا سا ہوتا ہے جو عام فعال حالت میں گھروندوں سے باہر رنگ برنگی پھلجھڑی کی طرح نظر آتا ہے۔ چاروں طرف حرکت کر کے یہ گچھا خوراک کے ذروں یا پیرا کیوں کو گھیر کر کیچوے کے منھ کے قریب لاتا ہے اور اس طرح یہ سینگچوں کا گچھا (شکل ۹) حصول خوراک کا ذریعہ بنتا ہے ۔

حادثوں کے باعث جسم کے مختلف ضائع شدہ حصّوں کا دوبارہ پیدا ہو جانا بہت سے دوسرے حیوانات کی طرح آبی کیچوؤں میں بھی عام ہے، لیکن ان کی بعض قسمیں سِلّس (SYLLIS) وغیرہ میں حیرت انگیز طور پر بہت زیادہ ہیں ۔ مثلاً اگر ایک سِلّس کیچوا درمیان میں سے ٹوٹ جائے تو سَر والے حصّے کی نئی دُم پیدا ہو جائے گی اور دُم والے حصّے کا نیا سَر اُگ آئے گا اور اس طرح حادثے کے نتیجے میں ایک کیچوے سے دو کیچوے وجود میں آ جائیں گے۔ بعض اوقات ایک سِلّس کیچوے کے پہلو سے دوسرا کیچوا ایسے ہی نکل آئے گا جیسے کہ پودوں کی شاخیں اُگ آتی ہیں اور یہ عمل کبھی کبھی اس کثرت سے ہوتا ہے کہ سِلّس کیچوا کئی کئی شاخوں پر مشتمل نظر آتا ہے، جن کی تعداد ۲۰ - ۳۰ تک پہنچ جاتی ہے۔ (شکل ۱۰) بے صنفی نمو (A Sexual reproduction) کا عمل کیچووں میں بہت نمایاں ہے ۔

آبی کیچوے سمندری حیوانات کی آبادیوں کا اہم حصّہ ہیں ۔ لمبے سے لمبے سمندری کیچوے کی لمبائی ۳ میٹر تک دیکھی گئی ہے ۔ آبی کیچوؤں کی تعداد اکثر ۵۰۰۰ کیچوے فی مربع میٹر تک ہو جاتی ہے، بلکہ کیلی فورنیا کے ساحل پر تو ۳۰۰۰ افراد فی مربع فٹ مشاہدے میں آئے ہیں۔ ریت کو نگلنے والے سمندری کیچوؤں کے متعلق اندازہ ہے کہ وہ ایک میل لمبی اور ۱۰ فیٹ چوڑی پٹّی پر سے سالانہ ۱۴۶۰۰ ٹن ریت نگل جاتے ہیں ۔ ان باتوں کو پیشِ نظر کیچووں کو ہیچ یا بے کار سمجھنا صحیح نہیں ۔

HMD/HNY-1/85 ADARTS

سلسلہ ۲۷۳

معلومات عامہ

سوالات کی تعداد اس بار بھی دس ہے۔ تصویریں صرف دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کی شائع کی جائیں گی۔ نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ جوابات ۲۰ جنوری ۱۹۸۹ء تک ہمیں بھیج دیجیے۔ جوابات کے نیچے اپنا نام، پتا اور تصویروں کے پیچھے اپنا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔

۱۔ سنہ ۶۱ ہجری مطابق ۶۸۰ عیسوی کو تاریخ اسلام میں کون سا اہم واقعہ پیش آیا؟
۲۔ مولانا محمد علی جوہر نے ایک تو انگریزی اخبار "کامریڈ" نکالا تھا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک اردو اخبار بھی نکالا تھا۔ نام معلوم ہے آپ کو؟
۳۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق کو دربارِ دہلی سے کیا خطاب ملا تھا؟
۴۔ ہمارے نظامِ شمسی کا مرکز کون سا ستارہ ہے؟
۵۔ روس کا فاصلہ مشرق میں امریکا کی ریاست الاسکا سے (۱) ایک سو میل سے کم ہے (۲) دو سو میل سے کم ہے۔ کون سا صحیح ہے؟
۶۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ملک موریطانیہ کس برّاعظم میں واقع ہے؟
۷۔ ۲۵ فروری ۱۹۶۰ عیسوی کو پاکستان کے کس نئے شہر کا نام رکھا گیا؟
۸۔ نیدر لینڈ میں جس کو ہالینڈ بھی کہا جاتا ہے، ایک شہر اس طرح بنایا گیا ہے کہ ۹۶ جزیروں کو پُل بنا بنا کر ملا دیا گیا ہے۔ آپ اس شہر کا نام بتا سکتے ہیں؟
۹۔ ہندوکش کے پہاڑی سلسلے کی سب سے اونچی چوٹی کا کیا نام ہے؟
۱۰۔ وہ کون سا ملک ہے جو اندازاً تین ہزار جزیروں پر مشتمل ہے؟

صحت مند نونہال

طارق اسلم قریشی، کراچی

روبینہ کوثر، اسلام آباد

محمد رئیس الدین، کراچی

محمد اکرم سیالوی، وکیل والا

آل احمد قادری، کورنگی

ذوالفقار حسن، کراچی

محمد انور خاں، کراچی

حق نواز، بہاول نگر

محمد یوسف علی کامدار، کراچی

وقار الحسن، اسلام آباد

محمد اعظم سلیم خاں، کراچی

زاہد شفیق، کراچی

محمد عارف کھتری

ساجد حنیف نور، کراچی

ٹِلّو کی موٹر کار

شہناز پروین، کراچی

پورے جنگل میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ نیلی آنکھوں والے بونے ٹلّو کے چچا جان شہر سے اس کے لیے لال رنگ کی ایک موٹر لائے تھے۔ ٹلّو کے چچا جان شہر میں رہتے تھے اور ٹلّو سے ملنے کے لیے وہ کبھی کبھار آجاتے تھے اور ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لاتے تھے۔ اتنی پیاری موٹر دیکھ کر ٹلّو تو حیران رہ گیا۔ مارے حیرت اور خوشی کے اس کے ہاتھ سے چابی دانی گر گئی۔

ٹلّو نے چچا جان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا پھر ان سے موٹر کار چلانے کا طریقہ سمجھنے لگا۔ گاڑی تقریباً ویسی ہی تھی جیسی ہم سڑکوں پر دیکھتے ہیں، مگر ٹلّو کی گاڑی میں پٹرول ڈلوانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسٹیرنگ کے قریب ایک چابی لگی تھی۔ چابی بھر کر گاڑی کو چلایا جاتا تھا۔ گاڑی روکنے کے لیے بریک بھی تھے۔ ٹلّو نے سب کچھ اچھی طرح سمجھ لیا۔ اتنے میں وہاں سے سنہری بالوں والی بونی نوبی گزری۔ نوبی کا جنگل میں ایک اسٹور تھا۔ وہ اسٹور بند کر کے اپنے گھر جا رہی تھی۔ جب اس نے ٹلّو کے گھر میں چمکتی ہوئی موٹر کار دیکھی تو حیران رہ گئی۔ نوبی نے لکڑی کے گیٹ کے اوپر سے اُچک کر زور سے کہا:

"ارے ٹلّو بھیّا! کیا یہ موٹر تمھاری ہے؟"

"او ہو! نوبی تم! آؤ آؤ.... دیکھو، چچا جان اس مرتبہ میرے لیے کیسا پیارا اور قیمتی

تحفہ لائے ہیں۔"

ٹلو نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا۔ نوبی اندر آ کر کار دیکھنے لگی۔ "واہ بھیّا! اب تو تمھارے مزے ہو گئے۔ چچا جان واقعی بڑا خوب صورت تحفہ لائے ہیں۔" کچھ دیر بعد نوبی واپس چلی گئی۔ راستے میں اُس کو فاختہ ملی۔ اُس نے جھٹ ٹلو کی کار کی خبر اُسے سُنائی۔ فاختہ نے کوئل اور مینا کو بتایا۔ انھوں نے اور آگے خبر پہنچائی اور یوں سورج ڈھلنے تک جنگل کے سارے جانوروں اور بونوں تک یہ خبر پہنچ گئی۔ سب مبارک باد دینے ٹلو کے گھر آئے۔ ٹلو نے سب کو مٹھائی کھلائی اور سب کی فرمائش پر اپنی کالونی کی سڑک پر کار چلا کر دکھائی۔

چچا جان شام سے پہلے پہلے اپنے ایک دوسرے بھتیجے سے ملنے جا چکے تھے جو ٹلو کی کالونی سے کافی دُور جنگل کے دوسرے سرے پر رہتا تھا۔ پہلے وہ ٹلو کے ساتھ ہی رہتا تھا، مگر وہ اس قدر جھگڑالو تھا کہ سب نے اُسے کالونی سے نکال دیا تھا۔ چچا جان کے اس جھگڑالو بھتیجے کا نام گونگ تھا۔ ٹلو کئی مرتبہ گونگ کی وجہ سے نقصان اُٹھا چکا تھا۔ چچا جان گونگ کو سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے، مگر گونگ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ کوئی بھی گونگ کو پسند نہیں کرتا تھا۔ آخر جب گونگ کو نکال دیا گیا تو سب کو کچھ سکون ہوا۔

گونگ اپنے کباڑ خانے جیسے گھر میں بیٹھا تھا۔ اُس نے ڈاک خانے میں یہ خبر سُنی تھی کہ اس کے چچا نے ٹلو کو کار کا تحفہ دیا ہے۔ جب گونگ ڈاک خانے میں یہ معلوم کرنے گیا کہ اس کے چچا نے شہر سے اس کے لیے کوئی منی آرڈر بھیجا یا نہیں تو اس وقت پوسٹ ماسٹر کبوتر خاں نے لفافے دیتے ہوئے گلہری سے کہا تھا، "دیکھ لینا! ٹلو کے چچا گونگ کے لیے کوڑی کا تحفہ بھی نہیں لائیں گے۔ ٹلو کے لیے تو وہ لال رنگ کی چم چم کرتی کار لائے ہیں۔" گونگ اس وقت اپنے گھر میں بیٹھا غصّے سے کھول رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ چچا جان شہر سے اُس کے لیے کچھ نہیں لائے ہوں گے۔ وجہ وہ خوب جانتا تھا۔ اپنے چچا سے بھی وہ اسی طرح سے بدتمیزی کرتا تھا جس طرح باقی سب لوگوں کے ساتھ۔ پھر بھلا چچا جان اسے کیوں پسند کرتے؟ اور تو اور پچھلی مرتبہ تو چچا جان اس سے ملنے بھی نہیں آئے تھے۔ صرف ٹلو کے پاس چار دن رہے۔ اُسی کو تحفہ دیا اور واپس شہر چلے گئے۔ گونگ غصّے سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔

اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ گونگ نے دروازہ کھولا تو سامنے اس کے چچا جان کھڑے تھے۔ گونگ نے نہ اُن کو سلام کیا اور نہ اُن کی خیریت پوچھی، بلکہ جھٹ بولا،" آپ کو ٹلو بہت پسند ہے کیا؟ اور میں؟ میں آپ کو اچھا نہیں لگتا؟"۔ چچا جان کو سخت غصّہ آیا۔ انھوں نے کہا،" صاحب زادے! مجھے اندر آنے کو کہو گے یا نہیں؟ اور وہ تمھاری رہی سہی تمیز بھی ہوا ہو گئی کیا؟ نہ سلام نہ دُعا۔ فوراً شکایتیں شروع کر دیں۔" تب گونگ نے ان کو اندر بُلایا۔ چچا جان اندر آئے تو اُن کو اور غصّہ آیا۔ گونگ کا مکان تھا کہ کباڑ خانہ۔ گندے کپڑوں کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ باورچی خانے میں جھوٹے برتن پڑے تھے۔ گونگ کا پلنگ ٹوٹا پڑا تھا اور اس پر ایک میلی سی چادر بچھی تھی۔ چچا جان نے گونگ کی خیریت معلوم کی اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ مگر گونگ ہر بات میں کوئی نہ کوئی جھگڑا نکال کر بیٹھ جاتا۔ تنگ آ کر چچا جان واپس جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جاتے جاتے انھوں نے کہا، "اچھی طرح سمجھ لو گونگ۔ تم کو اب اپنا رویّہ بدلنا ہوگا۔ میں صرف اس شخص کو تحفہ دیتا ہوں جو تمیز دار ہوتا ہے اور دوسروں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ تم نے تو تمام بونوں کا نام ڈبو کر رکھ دیا ہے۔ اب تم کو اس وقت کوئی تحفہ ملے گا جب تم اپنی تمام بُری عادتوں سے توبہ کر لو گے۔" یہ کہہ کر چچا جان واپس چلے گئے اور گونگ اکیلا رہ گیا۔ اس نے دل میں تہیّہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح ٹلو کی موٹر کار خراب ضرور کرنی ہے۔

اُدھر ٹلو بہت خوش تھا۔ ہفتہ بھر اس کے پاس رہنے کے بعد چچا جان واپس شہر چلے گئے تھے۔ ٹلو کو کار چلانے میں بڑا مزہ آتا تھا۔ پہلے جب ٹلّو کو کہیں جانا ہوتا تھا تو وہ بی فاختہ یا کبوتر کا انتظار کرتا تھا۔ جب وہ آ جاتے تھے تو ٹلو ان سے درخواست کرتا تھا کہ اگر وہ مصروف نہ ہوں تو اُسے فلاں جگہ چھوڑ آئیں۔ پھر بی فاختہ یا کبوتر ٹلو کو اپنی پیٹھ پر بٹھاتا اور اُسے اس جگہ چھوڑ آتا۔ اس طرح ٹلو اس جگہ پہنچ تو جاتا، مگر کبھی اُسے دیر ہو جاتی تھی اور کبھی اُس کی کوئی چیز راستے میں گر جاتی تھی۔ ویسے بھی جب وہ کسی پرندے پر بیٹھ کر کہیں جاتا تھا تو اسے بڑا ڈر لگتا تھا کہ کہیں وہ گر نہ جائے۔ اب اُسے دوسروں کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ جہاں جانا ہوتا تھا وہ خود ہی چلا جاتا تھا، بلکہ دوسرے بونوں کی بھی مدد کرتا تھا اور اگر کبھی کسی چھوٹے جانور جیسے گلہری وغیرہ کو ضرورت پڑتی تو ٹلو فوراً اپنی موٹر کار لے کر پہنچ جاتا۔

ایک دن ٹلو کے پڑوس میں رہنے والے بونے کی چھوٹی بیٹی کی سال گرہ ہوئی۔ پڑوسی بونے نے پوری کالونی کے بونوں اور جنگل کے سب پرندوں کو بُلایا۔ سال گرہ والے دن صبح سے ٹلو نے اپنے نئے جوتے چمکا کر رکھے تھے۔ اپنا نیلے رنگ کا سوٹ استری کیا اور بالوں کو خوب چمکایا۔ نہا دھو کر کپڑے پہنے۔ ٹائی لگائی اور جوتے پہنے، تحفہ اٹھایا اور ہیٹ پہن کر گھر سے باہر آگیا۔ باہر اس کی نئی موٹر کار کھڑی تھی۔ ٹلو کو یاد آیا کہ سال گرہ سے واپس آکر اُس کو مچھلیاں خریدنے جانا ہے۔ یہ سوچ کر اُس نے اندر سے کپڑا لا کر کار صاف کی کہ سال گرہ سے آتے ہی مچھلیاں لینے چلا جاؤں گا۔ اب چار بج چکے تھے۔ ٹلو نے پڑوسی کا دروازہ بجایا۔ پڑوسی نے دروازہ کھولا اور ٹلو کو اندر لے گیا۔ ابھی سارے مہمان نہیں آئے تھے۔ بے بی بونی کی سال گرہ تھی۔ وہ سفید رنگ کا پیارا سا فراک پہنے خوشی خوشی اِدھر اُدھر پھر رہی تھی۔ ٹلو نے اس بچّی کو تحفہ دیا اور دوسرے مہمانوں کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ جب سب مہمان آگئے تو تقریب کا آغاز ہو گیا۔ کیک کٹا اور سب نے سال گرہ کا گیت گایا۔ پھر سب نے کیک کھایا، چائے پی۔ اس کے بعد سب بچے کھیلنے لگے اور سارے بونے، پرندے اور جانور باتیں کرنے لگے۔

اُدھر گونگ کو پتا چل گیا تھا کہ آج سب بونے اور پرندے ایک سال گرہ میں شرکت کرنے کے لیے ٹلو کے پڑوسی کے گھر جمع ہیں۔ اس نے موقع غنیمت جانا اور سوچا کہ آج ضرور ٹلو کی موٹر کار کو ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ گھر سے نکلا اور چھپتا چھپاتا ٹلو کے گھر پہنچا۔ گیٹ کھول کر وہ اندر گیا۔ سامنے ہی لال رنگ کی چمکتی ہوئی موٹر کار کھڑی تھی۔

گونگ دروازہ کھول کر کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے منصوبہ بنایا تھا کہ موٹر کار کو یہاں سے بہت دُور پہاڑی کے پاس لے جائے گا اور وہاں پر چُھپا دے گا یا پھر ندی میں ڈال آئے گا۔ بہرحال یہ سوچنا بعد کی بات تھی۔ فی الحال تو گاڑی کو پہاڑی تک لے جانا تھا۔ مگر اس سے بھی پہلے یہ سوچنا تھا کہ گاڑی چلتی کیسے ہے؟ گونگ کو اسٹیرنگ کے قریب ایک چابی نظر آئی۔ گونگ نے اس کو گھمانا شروع کیا۔ پھر موٹر کار نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا تھا۔ موٹر کار گیٹ سے نکلی اور سڑک پر آگئی۔ گونگ نے کار کو روکنے کی کوشش کی مگر کار نہیں رُکی۔ گونگ نے سوچا کہ اسے کار سے چھلانگ لگا دینی چاہیے۔ مگر اس وقت تک کار کی رفتار بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ اب

کار بڑی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی جارہی تھی۔ گونگ بہت خوف زدہ ہوگیا تھا۔ اُس نے بہت کوشش کی مگر کار نہیں رُکی۔ آخر سڑک ختم ہوگئی۔ سامنے جنگل تھا۔ کار تیزی سے دوڑتی ہوئی ایک درخت سے زور دار آواز سے ٹکرا گئی۔ گونگ بے ہوش ہوگیا۔

اُدھر سال گرہ کی تقریب میں باتوں باتوں میں کتابوں کی باتیں ہونے لگیں۔ ٹلو نے کہا "میں دو دن پہلے ہی ایک خوب صورت کتاب لایا ہوں۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں ابھی اپنے گھر سے وہ کتاب لے آتا ہوں۔"

"ضرور ضرور۔" سب نے کہا۔ ٹلو جلدی سے اپنے گھر آیا مگر اندر آتے ہی وہ دھک سے رہ گیا۔ موٹر کار غائب تھی۔ ٹلو نے پورا لان دیکھ ڈالا مگر موٹر کار کہیں نہیں تھی۔ وہ جلدی سے پڑوسی کے گھر واپس آیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سب کو بتایا کہ کار غائب ہے۔ اس کو پورا یقین تھا کہ اس کی موٹر کار چُرالی گئی ہے۔ سب مہمان باہر آگئے۔

ظاہر ہے کہ چور، موٹر کار میں بیٹھ کر ہی کہیں گیا ہوگا۔ اس لیے ٹائروں کے نشانات دیکھ کر لوگ آگے بڑھنے لگے۔ چلتے چلتے کافی دیر ہوگئی۔ اب سڑک ختم ہوچکی تھی۔ سامنے ہی جنگل تھا۔

"ارے! وہ دیکھو۔" ٹلو نے چلّا کر کہا۔ سب نے ٹلو کی بتائی ہوئی سمت دیکھنا شروع کیا۔ وہ ٹلو کی موٹر کار ہی تھی جو ایک درخت سے ٹکرا چکی تھی۔ سب جلدی سے آگے بڑھے، اندر جھانک کر دیکھا تو وہاں انھیں ڈرائیونگ سیٹ پر گونگ بے ہوش پڑا دکھائی دیا۔ سب نے مل کر گونگ کو باہر نکالا۔ گونگ کے ننّھے منّے سے سر میں سے خون بہ رہا تھا اور بازو اور ٹانگیں بھی زخمی تھیں۔ اب مسئلہ تھا گونگ کو ہسپتال پہنچانے کا۔ کوّے خاں جلدی سے آگے بڑھے اور بولے، "چلو بھئی! فوراً گونگ کو میری پیٹھ پر بٹھاؤ اور ساتھ ایک یا دو بونے بھی بیٹھ جائیں۔ میں ابھی اسے ہسپتال پہنچا دیتا ہوں۔"

ٹلو نے فوراً کہا، "میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔ کوئی گونگ کو اُٹھانے میں میری مدد کرے۔" چوہے اور لمبی ناک والے بونے نے مل کر گونگ کو اُٹھا کر بڑی مشکل سے کوّے خاں کی پیٹھ پر بٹھایا۔ ساتھ ٹلو بیٹھ گیا اور اس نے گونگ کو سہارا دے کر پکڑ لیا۔ کوّے خاں نے بہت کہا کہ ایک بونا اور میری پیٹھ پر بیٹھ جائے، مگر ٹلو نے کہا کہ زیادہ لوگوں کی وجہ سے

کوّے خاں تیز نہیں اُڑ سکیں گے اور تھک جائیں گے۔

کوّے خاں نے اُڑان بھری اور ذرا سی دیر میں ہسپتال پہنچ گئے۔ اس وقت ہسپتال میں ڈاکٹر باشا کی ڈیوٹی تھی۔ ڈاکٹر باشا بھی بونے ہی تھے۔ انھوں نے فوراً گونگ کی مرہم پٹی کی۔ پھر بولے، "ٹلو! ابھی گونگ کو ہوش میں آنے میں چار پانچ گھنٹے لگیں گے۔ تم لوگ فی الحال جاؤ۔ صبح اپنے مریض کو دیکھنے آجانا۔"

ٹلو اور کوّے خاں واپس ہوئے۔ گھر پہنچ کر ٹلو نے دیکھا کہ اس کی موٹر کار کو لمبی ناک والے بونے نے لا کر لان کے قریب ہی کھڑا کر دیا ہے۔ اب ٹلو کار کی طرف متوجہ ہوا۔ کار کا سامنے کا حصّہ تھوڑا پچک گیا تھا۔ اور کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تھا۔ ٹلو نے سب کو بتایا کہ ڈاکٹر باشا نے کہا ہے کہ گونگ اب ٹھیک ہے اور چار پانچ گھنٹے بعد اُسے ہوش آجائے گا۔ جو بھی گونگ کی خیریت معلوم کرنا چاہے وہ صبح ہسپتال پہنچ جائے۔

دوسرے دن صبح ہسپتال میں سب لوگ موجود تھے۔ سب کو گونگ کی کار چُرانے والی حرکت بُری تو لگی تھی مگر انھیں گونگ کی صحت کے بارے میں زیادہ فکر تھی۔ ہر ایک گونگ کے لیے کچھ نہ کچھ لایا تھا۔ کسی نے پھولوں کا گُل دستہ پکڑ رکھا تھا۔ کوئی کھانے کی مزے دار چیز بنا کر لایا تھا۔ کسی کے ہاتھ میں پھل تھے اور کوئی دل چسپ کتابیں لیے ہوئے تھا۔ ڈاکٹر باشا اتنے لوگوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر انھوں نے کہا، "آپ لوگ ایک ساتھ اندر نہیں جاسکتے۔ دو دو کرکے جائیے۔ ویسے آپ فکر مند نہ ہوں۔ گونگ اب بالکل ٹھیک ہے۔"

سب سے پہلے ٹلو اپنے پڑوسی بونے کے ساتھ اندر گیا۔ گونگ آنکھیں بند کیے بستر پر پڑا تھا۔ ٹلو نے اُسے آواز دی تو گونگ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ ٹلو نے پوچھا، "پیارے گونگ! اب تمھارا حال کیسا ہے؟ تمھیں کوئی تکلیف تو محسوس نہیں ہوتی؟"

گونگ کو مارے شرمندگی کے رونا آنے لگا۔ اس نے دل میں سوچا کہ ٹلو نہ صرف میری خیریت معلوم کرنے آیا ہے، بلکہ اس نے مجھے شرمندہ بھی نہیں کیا اور کار کے چُرانے کا ذکر تک نہیں کیا۔ ورنہ اگر کوئی میری کار چُراتا تو میں مار مار کر اس کا بُھرکس نکال دیتا۔

"میں اب ٹھیک ہوں۔" گونگ نے بڑی مشکل سے کہا۔ پھر پڑوسی بونے نے گونگ کی خیریت

پوچھی۔ ٹلو نے اپنا لایا ہوا گل دستہ گونگ کے بستر کے قریب میز پر رکھ دیا۔ پڑوسی بونا گونگ کے لیے کتابیں لایا تھا۔ اُس نے وہ گونگ کو دیں۔ گونگ شرم سے زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ آخر ہمت کر کے اُس نے کہا،

"ٹلو! میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے تمھاری کار چُرائی تھی۔ میں حسد کے مارے پاگل ہو رہا تھا۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے سزا دے دی۔ میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ بُری عادتوں سے دُور رہوں گا اور خود کو تمھارے جیسا بنانے کی کوشش کروں گا۔" یہ کہہ کر گونگ سچ مچ رونے لگا۔ ٹلو نے اُسے تسلّی دی اور کہا، "مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنی غلطی خود تسلیم کر لی اور اب اپنی بُری عادتوں کو چھوڑنے کا وعدہ کر رہے ہو اگر تم اپنے وعدے پر قائم رہے تو یقین کرو تم بڑے خوش رہو گے۔"

ایک ہفتے کے بعد گونگ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا۔ ڈاکٹر باشا نے اس کو مبارک باد دی اور ہسپتال سے چھٹی دے دی۔ جب گونگ ہسپتال سے باہر آیا تو سڑک پر ٹلو اپنی کار سمیت موجود تھا۔ ٹلو نے گونگ کو کار میں بٹھایا۔ اسی کار میں جس کو گونگ تباہ کرنے لگا تھا۔ شرمندہ شرمندہ سا گونگ چُپ چاپ کار میں بیٹھ گیا۔ ٹلو نے گونگ کو اس کے گھر چھوڑا۔ مگر یہ کیا؟ گونگ کے گھر کے باہر ایک ٹرک کھڑا تھا۔ دونوں حیران ہوئے کہ یہ کس کا ٹرک ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو ٹرک میں بہت سی کتابیں موجود تھیں۔ اچانک ایک طرف سے ایک بونا آیا۔ اس نے ٹلو اور گونگ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا، "میرا نام چیکو ہے۔ آپ میں سے گونگ کون ہے؟" "میں ہوں گونگ۔" گونگ نے جواب دیا۔

"گونگ صاحب! آپ کے چچا جان نے تقریباً دو ہفتے پہلے ہماری کمپنی کو آرڈر دیا تھا کہ یہ تمام کتابیں آپ کو پہنچائی جائیں۔ اب آپ اس فارم پر وصولی کے دستخط کیجیے اور مجھے بتائیے کہ آپ اپنی دُکان کس جگہ بنوائیں گے۔ تاکہ میں وہاں یہ کتابیں لگا دوں۔"

گونگ چیکو کی باتیں سُن کر حیران رہ گیا۔ اس نے وصولی کے دستخط کیے۔ اپنے مکان کا ایک حصّہ ٹلو کے ساتھ مل کر جھٹ پٹ صاف کیا اور ٹرک سے کتابیں اُتروا کر وہاں سجائیں۔ اور یوں گونگ کو چچا جان کی طرف سے ایک ایسا تحفہ مل گیا جو موٹر کار سے کہیں زیادہ اچھا ہے۔

• • • • • • •

ہمدرد انسائیکلو پیڈیا

س: کمپیوٹر کیسے کام کرتا ہے اور یہ ماضی اور مستقبل کی باتیں کیسے بتاتا ہے؟

رمیش لعل، بیل پیٹ

ج : کمپیوٹر کیلکو لیٹر کی ترقی یافتہ اور بڑی شکل ہے۔ انسانی دماغ حساب کتاب اور دوسرے کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے، لیکن لوہے کی یہ مشین نہیں تھکتی۔ وہ تیزی سے تمام حساب کتاب کر لیتی ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ پُرانے حساب اپنے اندر محفوظ بھی رکھتی ہے جسے اُس کی "میموری" کہتے ہیں۔

آپ کمپیوٹر کو جو ہدایات دے دیتے ہیں وہ اُس کا "پروگرام" کہلاتی ہیں۔ یہ پروگرام اُس کی میموری میں شامل کر دیا جاتا ہے جہاں وہ برقی سگنلوں یا اشاروں کی شکل میں موجود رہتا ہے۔ کمپیوٹر کو استعمال کرنے کے لیے ٹائپ رائٹر جیسا ایک "کی بورڈ" استعمال کیا جاتا ہے جو کمپیوٹر کے مرکزی نظام سے جُڑا ہوتا ہے۔ یہ یونٹ ہدایات کی پابندی کرتے ہوئے فوراً مطلوبہ جواب پیش کر دیتا ہے۔ انسان میں بھی اتنی حاضر دماغی نہیں پائی جاتی۔ مطلوبہ جواب ٹیلے وژن جیسے پردے پر آجاتا ہے یا پرنٹ ہو جاتا ہے۔

آپ نے یہ چھوٹے کمپیوٹر پی آئی اے یا کسی فیکٹری میں دیکھے ہوں گے۔ فیکٹری میں ایک کمپیوٹر بہت سی مشینیں قابو میں رکھتا ہے۔ اب دفتروں، گھروں اور اسکولوں تک میں کمپیوٹر لگائے جارہے ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے شہروں میں تمام حساب کتاب کے لیے بینکوں میں کمپیوٹر استعمال کیے جارہے ہیں۔ ہمارے گھروں اور کارخانوں میں خرچ ہونے والی بجلی، ٹیلے فون اور گیس وغیرہ کے بل اب کمپیوٹر سے ہی بنائے جاتے ہیں۔ وہ سب کا حساب رکھتے ہیں اور ہر ماہ اس کی تفصیل پیش کر دیتے ہیں۔ بڑے کمپیوٹر ماضی کی باتیں بھی بتا دیتے ہیں، مثلاً آپ

جاننا چاہیں کہ ۲۹ مئی سنہ ۱۸۵۷ء کو کیا دن تھا تو کمپیوٹر فوراً بتا دے گا۔ خلائی سفر میں بھی کمپیوٹر نہایت کار آمد ثابت ہوا ہے، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر کمپیوٹر نہ ہوتا تو خلائی سفر ممکن ہی نہ ہوتا۔

س: تیز ہوا سے کیا کیا کام لیے جا سکتے ہیں؟ حسن مہدی خراسانی، کراچی

ج: تیز ہوا سے ہالینڈ اور ڈنمارک جیسے ملکوں میں آٹا پیسنے کی چکیاں اور بجلی پیدا کرنے والے جنریٹر چلائے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں گرمیوں میں تیز ہوا سے گندم کو بھس سے الگ کیا جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ دیہاتوں میں کسان چھاج سے بھوسا گرا گرا کر گندم کے دانے الگ کرتے ہیں۔ تیز ہوا کپڑوں کو خشک کرنے میں بھی مدد دیتی ہے اور موسم کو بھی خوش گوار رکھتی ہے۔

س: تھوک کس طرح بنتا ہے؟ کیا یہ ہماری زبان کے نیچے سے بنتا ہے؟

ثاقب قاسم، کراچی

ج: ہماری زبان اور منھ میں بہت سے غدود پوشیدہ ہوتے ہیں جن سے تھوڑی تھوڑی رطوبت خارج ہوتی رہتی ہے جسے ہم تھوک کہتے ہیں۔ وہ ہمارے منھ کو خشکی سے بچاتی ہے۔ اور جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو غذا میں شامل ہو کر اُسے نگلنے کے قابل بناتی ہے اور پھر ہاضمے میں بھی مدد دیتی ہے۔

س: انسان کیسے حرکت کرتا ہے اور کس طرح چلتا پھرتا ہے؟

ایم اکبر علی جان، سوئی گیس فیلڈ

ج: انسان کا دل اُسے زندہ رکھتا ہے۔ وہ پورے جسم میں پھیلے ہوئے رگوں اور ریشوں کے جال کے ذریعے سے مختلف اعضا تک خون پہنچاتا ہے اور تمام اعضا اُس سے قوت پا کر اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ سب کے کام الگ ہیں۔ پٹھے اور اعصاب حرکت میں مدد دیتے ہیں۔ اُن کی مدد سے ہی ہمارے ہاتھ پیر اپنا کام کرتے ہیں اور ہم چلتے پھرتے ہیں۔

س: بجلی آسمان پر کس وجہ سے چمکتی ہے؟ محمد طاہر شیخ، سکھر

ج: آسمانی بجلی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ بادلوں میں گرد کے بے شمار ذرّات ہوتے ہیں جن پر نمی جم جاتی ہے۔ بادلوں کے اندر بہت زیادہ تلاطم ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ ذرّات آپس

میں رگڑ کھا کر مثبت یا منفی چارج پیدا کر لیتے ہیں اور پورا بادل مثبت یا منفی طور پر چارج ہو جاتا ہے۔ جب مخالف چارج کے دو بادل ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں تو منفی چارج مثبت چارج سے ملنے کی کوشش کرتا ہے۔ (کیوں کہ مخالف چارج ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں) جب بھی ایسا ہوتا ہے تو بڑے زور کی چمک پیدا ہوتی ہے جسے ہم آسمانی بجلی کہتے ہیں۔ بادلوں کے درمیان جو ہوا موجود ہوتی ہے وہ اس ملاپ کی مخالفت کرتی ہے۔ (کیوں کہ ہوا بجلی کی اصل موصل نہیں ہے) چارج اس مخالفت کو توڑتا ہوا دوسرے بادل پر جاتا ہے، اس لیے زور کی کڑک بھی پیدا ہوتی ہے۔

کبھی کبھی چارج سے بھرا ہوا بادل زمین کے قریب آجاتا ہے اور کسی بلند عمارت، درخت یا مینار کے ذریعہ سے زمین میں اُترنے کی کوشش کرتا ہے (کیوں کہ ہماری زمین بجلی کی بہت اچھی موصل ہے) چوں کہ چارج بہت زیادہ ہوتا ہے، اس لیے اُس کے راستے میں درخت، عمارت، جانور، انسان، جو چیز بھی آتی ہے وہ جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ فلاں جگہ بجلی گری۔ لہٰذا سخت طوفان کے وقت کسی اونچے درخت کے نیچے پناہ نہیں لینی چاہیے۔

س: ٹیلے فون کس نے ایجاد کیا؟ یہ کس سنہ میں ایجاد ہوا اور کس زبان کا لفظ ہے؟
نور الامین، کراچی

ج: ٹیلے فون کی ایجاد میں کئی سائنس دانوں کا حصّہ ہے لیکن اُسے مکمل کرنے کا سہرا اسکاٹ لینڈ کے ایک باشندے الیگزینڈر گراہم بیل کے سر ہے جو اپنے وطن سے امریکا آگیا تھا۔ ۱۸۷۶ء میں وہ ٹیلے گراف کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ واٹسن نامی ایک شخص اس کا مددگار تھا۔ ان دونوں کی کوشش اور تجربات سے ٹیلے فون مکمل ہوا اور بعد میں مائکرو فون کو بہتر بنانے اور اس میں کاربن ذرّات جمع کرنے کا کام مشہور سائنس داں ایڈیسن نے انجام دیا۔ سب سے پہلے ۱۸۷۸ء میں امریکا کی ریاست کنکٹی کٹ میں ٹیلے فون کو تجارتی پیمانے پر عام کرنے کی کوشش کی گئی۔ پھر بیل ٹیلے فون کمپنی وجود میں آئی۔ امریکا میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد الیگزینڈر گراہم بیل برطانیہ پہنچا، جہاں ملکہ وکٹوریہ نے اُسے اس ایجاد پر مبارک باد دی۔ اُس نے ملکہ کو ہاتھی دانت کا بنا ہوا ٹیلے فون سیٹ پیش کیا۔ ۱۸۷۹ء میں لندن میں پہلا ٹیلے فون ایکسچینج قائم ہوا۔ ٹیلے فون انگریزی زبان کا لفظ ہے۔

مرزا ظفر بیگ

بزم ہمدرد نونہال

"آج کل ہم پاکستانی قمیص بڑے شوق سے پہنتے ہیں۔ قمیص میں کئی بٹن ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات تو ضرورت سے زیادہ ہوتے ہیں۔ میں نے حساب لگایا ہے کہ پاکستان کا ہر آدمی صرف قمیص کے بٹن لگانے میں دو منٹ خرچ کرتا ہے۔ پاکستان کی آبادی دس کروڑ ہے۔ اس حساب سے بیس کروڑ منٹ ہر روز خرچ ہوتے ہیں۔ میں حساب میں ذرا کم زور ہوں مگر پھر بھی میں نے جب حساب کتاب لگایا تو معلوم ہوا کہ ہم لوگ ایک سال میں قمیصوں کے بٹن لگانے اور کھولنے میں بہت وقت خرچ کر دیتے ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام میں وقت صرف ہوتا ہے، اس لیے اگر ہم ہر کام میں چُستی دکھائیں تو ہم کافی وقت بچا سکتے ہیں اور اس وقت میں مفید کام کر سکتے ہیں۔"

یہ باتیں جناب حکیم محمد سعید صاحب نے نونہالوں کو وقت کی قدر و قیمت بتاتے ہوئے بزم ہمدرد نونہال میں کہیں۔ یہ بزم ۱۴ نومبر بروز پیر شام تین بجے منعقد ہوئی تھی۔ آج کی بزم میں مُقرّرہ وقت پر نونہالوں کی حاضری پہلے سے کچھ کم تھی، مگر کچھ دیر میں تقریباً پورا ہال بھر گیا۔ کراچی میں انتخابات کی گھما گھمی کی وجہ سے آنے والوں کی تعداد کم رہی۔

نونہال فیصل شریف کی تلاوت سے بزم کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد نونہال محمد قاسم نے نعتِ

رسولؐ پیش کی:

سینۂ ہستی روشن روشن کہکشاں ہے جگ مگ جگ مگ
ماہِ مدینہ تیری ضیا سے سارا جہاں ہے جگ مگ جگ مگ

اب سعدیہ جاوید نے ایک نغمہ پیش کیا:

دین، زمین، سمندر، دریا، صحرا، کوہستان
سب کے لیے سب کچھ ہے اس میں یہ ہے پاکستان

تالیوں کی گونج میں وطن کا نغمہ ختم ہوا۔ اب نونہالوں کے دوست اور ہمدرد جناب حکیم محمد سعید سے درخواست کی گئی۔ حکیم صاحب تالیوں کی گونج میں نونہالوں سے خوب صورت باتیں کرنے ڈائس پر تشریف لائے۔ جی ہاں، حکیم صاحب تقریر نہیں کرتے، بلکہ پیاری پیاری باتیں کرتے ہیں اور وہ بھی نونہالوں کی زبان میں۔ آپ نے نونہالوں اور اُن کے ساتھ بڑوں کا شکریہ ادا کیا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ آج حاضری کچھ کم ہے۔ اس سے مجھے ایک نقصان ہوا ہے۔ آج مجھے سیڑھیوں پر بیٹھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ بزم نونہال میں شریک ہونے والے نونہالوں کو معلوم ہوگا کہ ہر بزم میں حکیم صاحب سیڑھیوں پر ضرور بیٹھتے ہیں۔ اس بزم میں اس قدر نونہال اور ان کے بڑے شریک ہوتے ہیں کہ جگہ کی کمی کی وجہ سے بہت سے لوگ سیڑھیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اب بھلا حکیم صاحب ان کی میزبانی کا حق کیسے ادا نہ کریں۔ ہر محفل میں وہ اپنے ننھے مُنّے مہمانوں کے جھرمٹ میں سیڑھیوں پر بلکہ بعض وقت زمین پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ یہ بات بھی نونہالوں کی دل چسپی کی ہے کہ حکیم صاحب روزانہ رات کو بھی بیڈ یا مسہری پر نہیں زمین پر ہی سوتے ہیں۔ لہٰذا آج کی بزم میں حکیم صاحب کو یہ نقصان ہوا کہ انھیں سیڑھیوں پر بیٹھنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے بزم ہمدرد نونہال کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا:

"ہم نے پاکستان میں پہلی مرتبہ بچّوں کو ایک پلیٹ فارم دیا ہے۔ یہ فخر اللہ تعالیٰ نے ہمدرد کو عطا کیا کہ اس نے بچّوں کی ذہنی اور تعلیمی تربیت کا یہ انداز اختیار کیا۔ ہمارا مقصد بچّوں میں عمل کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ نونہالوں میں تحریر اور تقریر کی صلاحیت ترقی کرے۔"

حکیم صاحب نے آج کے موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ آج پاکستان میں سب کچھ ہے۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جن رحمتوں کا ذکر کیا ہے وہ الحمد للہ پاکستان میں موجود ہیں۔ بس ایک چیز کی کمی ہے اور وہ ہے محبّت۔ ہم لوگوں میں ایک دوسرے سے محبّت کرنے اور ایک دوسرے کی عزّت کرنے کا جذبہ تھوڑا سا ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اب تو ہم لوگوں نے پاکستان سے محبّت کرنی بھی کم کر دی ہے۔ یہ بڑے دُکھ کی بات ہے۔ آپ نے نونہالوں کو نصیحت کی کہ آپ پاکستان کی تعمیر اور ترقی کی کوشش کریں۔ اگر پاکستان ترقی کرے گا تو ہم بھی آگے بڑھیں گے۔ دوسری قوموں کے مقابلے میں ہمارے ہاں جو احساسِ کم تری ہے وہ دُور ہونا چاہیے۔ ہمارے نونہال محنت کریں اور پاکستان کو ترقی یافتہ اور کام یاب قوموں کی صف میں کھڑا کر دیں۔

حکیم صاحب کی تقریر ختم ہوئی۔ حاضرین نے دل کھول کر تالیاں بجائیں اور حکیم صاحب کی نصیحت پر عمل کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

اس کے بعد "پاکستان۔ تفسیر سورۂ رحمٰن" کے موضوع پر نونہالوں کی تقریریں ہوئیں۔ محفل ایک دَم گرم ہو گئی۔ نونہالوں کے جوشِ بیان اور اندازِ بیان سے حاضرین پھڑک اُٹھے۔ لوگوں نے دل کھول کر شعلہ بیان مقررین کو داد دی۔ جناب حکیم محمد سعید صاحب نے نونہالوں کو خوب شاباشی دی۔ ان نونہالوں میں عمار علی، گلستان سیکنڈری اسکول، زبیر مصباح الدین، معمارِ ملت اسکول، عظمیٰ زاہد، نیشنل ہائی اسکول، حنا اسرار، اپوا گرلز، اسکول ماریہ احسان، وہائٹ ہاؤس گرامر اسکول، اور ثاقب الطاف، عائشہ باوانی اسکول شامل تھے۔ جونیئر ماڈل اسکول کی ایک طالبہ سیما ضیا کو بھی اس بزم میں تقریر کرنی تھی۔ مگر ان کے والد کی اچانک وفات کی وجہ سے ان کی تقریر اسی اسکول کی ایک طالبہ نصرت فاروقی نے پڑھ کر سُنائی۔ سب سے آخر میں اپوا بوائز گورنمنٹ اسکول کے اعجاز احسن نے "محسنِ انسانیت ﷺ" پر ایک زور دار اور پُر اثر تقریر کی اور خوب داد حاصل کی۔

اب نمبر تھا پاکستان کوئز کا۔ پاکستان کے حوالے سے نونہالوں سے سوال پوچھے گئے اور صحیح جواب دینے والوں کو انعامات دیے گئے۔ نونہالوں کے جوابات سے اندازہ ہوا کہ ان کی معلومات

عظمیٰ زاہد　ثاقب الطاف　عمار علی　ماریہ احسان

حنا اسرار　سعدیہ جاوید　محمد قاسم　فیصل شریف

نصرت فاروقی　اعجاز احسن　زبیر مصباح الدین

بہت اچھی ہیں اور وہ رسالہ ہمدرد نونہال بڑے غور سے پڑھتے ہیں۔

پاکستان کوئز کے دوران خوب شور وغل رہا۔ اس کے بعد آغاخاں پرائمری اسکول، کھارادر کے

نونہالوں نے نغمہ پیش کیا:

اے مرد مجاہد، جاگ ذرا
اب وقت شہادت ہے آیا
اللہ اکبر اللہ اکبر

آخر میں جناب مسعود احمد برکاتی نے جو بچوں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں ڈائس پر تشریف لائے۔ آپ نے حکیم صاحب کی تقریر کے حوالے سے بات شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ کسی کو صحیح پتا بتا دینا بھی خدمت ہے۔ بعض لوگوں کو اگر پتا معلوم نہیں ہوتا تو غلط بتا دیتے ہیں اور پتا پوچھنے والا جلد اپنی منزل پر پہنچنے کے بجائے اُلٹا پریشان ہوتا ہے۔ اگر آپ سے کوئی پتا پوچھے تو اگر آپ جانتے ہیں تو اُسے صحیح صحیح پتا بتا دیجیے ورنہ خالی خیال کا سہارا لے کر اُسے کچھ نہ بتائیں اور معذرت کریں۔ یہاں آپ نے اپنے لندن کے سفر کا ایک واقعہ بیان کیا۔ آپ جناب حکیم صاحب کے ساتھ اوکسفرڈ کے ایک پروفیسر کے ہاں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک دُکان پر آپ نے پتا معلوم کیا تو اس دکان کی مالک نے اپنا کام چھوڑ کر ایک نقشہ نکالا۔ اسی دوران ایک گاہک خاتون متوجہ ہو گئیں اور انھوں نے یہ پیش کش کی میں آپ کو وہاں تک لے چلوں گی اور انھوں نے واقعی پہنچا دیا۔ برکاتی صاحب نے نونہالوں پر زور دیا کہ آپ بھی اسی جذبے کے ساتھ لوگوں کی خدمت کیا کریں۔

تقریب کے آخر میں محترم حکیم صاحب نے نونہالوں کو انعامات دیے اور چائے سے تواضع کی۔

بزمِ ہمدرد نونہال، لاہور

۴ نومبر کو مقامی ہوٹل میں ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے زیرِ اہتمام بزمِ ہمدرد نونہال کی ایک رنگارنگ تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں آٹھ مختلف اسکولوں کے نونہال مقررین نے حصّہ لیا۔ تقریب کا عنوان "ہمارا پاکستان ۔ تفسیر سورۂ رحمٰن" تھا۔ اس تقریب کی صدارت جناب جسٹس شیخ انوار الحق نے کی۔ تقریب کا آغاز نونہال عمر اقبال کی تلاوت سے ہوا۔ نعت رسولِ اکرم نونہال قاسم علی نے پیش کی۔ عائشہ فراست، ثوبیہ اشرف اور ساتھیوں نے ملّی نغمہ پیش کیا۔

جناب جسٹس انوار الحق نے کہاکہ علامہ اقبال کے پیغام کا خلاصہ یہی ہے کہ ہم کتابِ الٰہی اور سُنّتِ رسولؐ کی پیروی کرتے ہوئے آزادیٔ وطن کی قدر کریں اور اپنے کردار کی تعمیر کریں۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ ماضی کا حصّہ بن چکا ہے، اب حال اور مستقبل نونہالوں کا ہے۔

بزم نونہال کے میزبان جناب حکیم محمد سعید نے اپنی تقریر میں کہا: "ہم سب کو وقت کی پابندی کرنی چاہیے۔ وقت اللہ کی امانت ہے۔ اس کا صحیح استعمال عبادت ہے۔ بزم نونہال کا مقصد یہی ہے کہ ہم اپنے طلبہ و طالبات کو وقت کا پابند بنائیں۔ اُن کو اخلاق سکھائیں اور اُن میں تحریر و تقریر کی صلاحیت پیدا کریں۔ آج کی نسل ہی کل کے پاکستان کو مضبوط بنائے گی۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے ۲۷ نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ ۲۷ نعمتیں ہمارے ملک میں موجود ہیں۔ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے اور آزادی کی حفاظت کرتے ہوئے پاکستان سے محبّت کرنی چاہیے۔ جن نونہالوں نے اس تقریب میں حصّہ لیا اُن میں خرم شہزاد، گورنمنٹ ماڈل اسکول۔ زینب خان، سیکرڈ ہارٹ اسکول۔ عابد حسین بھٹی، گورنمنٹ چشتیہ ہائی اسکول۔ محمد علی خان، گورنمنٹ سینٹرل ماڈل اسکول۔ محمد احمد، مون لائٹ اسکول۔ شہاب خان، کریسنٹ ماڈل اسکول۔ محمد علی، وطن اسلامیہ اسکول اور محمد انس بن غازی، گورنمنٹ جونیئر ماڈل اسکول شامل تھے۔

پہلا انعام: محمد علی خان، گورنمنٹ سینٹرل ماڈل اسکول اور خرم شہزاد، گورنمنٹ ماڈل اسکول نے حاصل کیا۔

دوسرا انعام: محمد انس بن غازی گورنمنٹ جونیئر سینٹرل ماڈل اسکول نے حاصل کیا۔

تیسرا انعام: زینب خان، سیکرڈ ہارٹ اسکول نے حاصل کیا۔

تقریب کے آخر میں ایک ملّی نغمہ اور کوئز پروگرام بھی ہوا۔

بزم ہمدرد نونہال، لاہور کے مہمان اور نونہال

مہمانِ خصوصی جناب جسٹس انوار الحق اور جناب حکیم محمد سعید نونہال مقررین کے ساتھ

شہاب خان

محمد انس بن غازی

عابد حسین بھٹی

محمد احمد

محمد علی خان

زینب خاں

محمد علی

خرم شہزاد

بزم ہمدرد نونہال، پشاور

"پاکستان کی مثال ایک جنّت کی سی ہے جس میں ہر چیز کی فراوانی ہے لیکن ہم اس کی قدر نہیں کرتے۔"
یہ بات پشاور ڈویژن کے کمشنر جناب اعجاز رحیم نے بزم ہمدرد نونہال پشاور کی ایک بہت بڑی تقریب میں کہی۔ نونہالوں کی یہ بزم ۳۰ اکتوبر کو منعقد ہوئی تھی۔ اس موقع پر انھوں نے نئی نسل کو آزادی کی اہمیت کا احساس دلایا اور کہا کہ ہم نے یہ آزادی اپنے بزرگوں کی بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل کی اور اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ انھوں نے طلبہ و طالبات پر زور دیا کہ وہ اپنی پوری توجہ تعلیم پر رکھیں، صحت مند اور تعمیری سرگرمیاں جاری رکھیں تاکہ طلبہ کی فکری اور علمی تربیت جاری رہ سکے اور وہ مستقبل میں اپنے وطن کی خدمت میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ انھوں نے ہمدرد فاؤنڈیشن کی جانب سے بچّوں کی اس پہلی شام ہمدرد کے انعقاد پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسی تقریبات سے صوبہ سرحد کے تعلیمی ادارے اور طلبہ و طالبات بڑا فائدہ حاصل کریں گے۔ نونہالوں کے دوست اور ہمدرد جناب حکیم محمد سعید نے کہا کہ بچّے ہمارے مستقبل کے قائد اور پوری قوم کا سرمایہ ہیں اور ہم نے ان کی تعمیری صلاحیتوں میں اضافہ کرنے اور فکری تربیت دینے کے لیے کراچی کے بعد پشاور، راول پنڈی، اسلام آباد اور لاہور میں بھی بزم ہمدرد نونہال منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ نئی نسل کی تربیت میں ہم اپنا کردار ادا کر سکیں۔ حکیم صاحب نے تالیوں کی گونج میں

نونہال انعام یافتگان کے ساتھ مہمانِ خصوصی جناب اعجاز رحیم اور جناب حکیم محمد سعید

عامرہ اسلم

فرزانہ لطیف

شہلا صدیقہ

یاسر حمید

محمد سلیمان

عاصمہ نسیم

شام ہمدرد کے طرز پر بچّوں کے لیے اس تعلیمی پروگرام کو ہر ماہ جاری رکھنے کا بھی اعلان کیا۔
اس تقریب میں پشاور کی مختلف اسکولوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ وطالبات نے " پاکستان تفسیر سورۂ رحمٰن " کے عنوان پر خوب صورت تقریریں کیں۔ تلاوتِ کلام پاک، نعتِ رسول مقبولؐ اور ملّی نغمے بھی پیش کیے گئے۔ تقریری مقابلے میں حصّہ لینے والے تمام بچّوں کو انعامات دیے گئے۔ تقریب کے آخر میں پاکستان کے حوالے سے ایک کوئز پروگرام ہوا جس میں بچّوں نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اور انعامات حاصل کیے۔

بزم ہمدرد نونہال، راول پنڈی

بدھ ۲ نومبر ۱۹۸۸ء کو ہمدرد مرکز راول پنڈی میں "ہمارا پاکستان۔ تفسیر سورۂ رحمٰن کے موضوع پر منعقد ہوئی۔ ممتاز شاعر وادیب جناب سلطان رشک صاحب مہمانِ خصوصی تھے اور جناب محترم

حکیم محمد سعید میزبان بزم ۔ پروگرام کا آغاز نونہال امیر حسین کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد نونہال صائمہ صدف نے نعتِ رسول اکرمؐ پیش کی ۔ نونہال ماریہ حیدر اور خدیجہ حیدر نے ملّی نغمہ سُنایا۔ اب نونہالوں کے دوست اور ہمدرد جناب حکیم محمد سعید کی اچھی اچھی باتیں ہوئیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ بے شک ہمارا پاکستان تفسیر سورۂ رحمٰن ہے۔ سورۂ رحمٰن میں جن جن نعمتوں کا ذکر ہوا ہے وہ سب کی سب پاکستان میں موجود ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ نونہال پاکستان کا مستقبل ہیں ہمیں ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ کرنی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ والدین اور اساتذہ کو چاہیے کہ وہ نونہالوں کی تربیت عبادت سمجھ کر کریں۔ نونہالوں پر زور دیا کہ وہ دل لگا کر تعلیم حاصل کریں۔ جناب

جناب حکیم محمد سعید صاحب نونہالوں کے جھرمٹ میں

فیروزہ یعقوب

فیصل جواد

عبدالمقتدر

یاور عباس

عدیلہ تعظیم اور رضوانہ طلعت　　　تحسین سرور　　　محمد جہانگیر

حکیم محمد سعید کی دل کو لگتی باتوں نے نونہالوں پر بڑا گہرا اثر کیا اور وہ دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔
اس کے بعد نونہالوں کی تقریریں شروع ہوئیں۔ نونہال یاور عباس، محمد جہانگیر، تحسین سرور، عبدالمقتدر، عدیلہ تعظیم، رضوانہ طلعت، فیصل جواد، فیروزہ یعقوب اور الوینا نے موضوع پر زور دار تقریریں کر کے حاضرین کے دل جیت لیے۔ تقریروں کے بعد پاکستان کوئز ہوا جس میں نونہالوں نے بڑا پُرجوش حصہ لیا اور سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جوابات دے کر انعامات حاصل کیے۔

مہمانِ خصوصی جناب سلطان رشک نے جناب حکیم محمد سعید اور ہمدرد فاؤنڈیشن کے اس عظیم کام کو سراہا جو وہ تنہا نونہالوں کی بہتری اور بیداری کے لیے کر رہے ہیں اور نونہالوں کی ذہانت کی تعریف کی اور انھیں شاباش دی۔ الوینا رضا نے کمپیئرنگ کی۔ آخر میں شرکا میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ اس موقع پر ہمدرد مرکز راول پنڈی نونہالوں، اُن کے اساتذہ اور والدین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان سب کی تواضع کی گئی۔

ترتیب دیجیے کا جواب

٦	٨	۴	٢
٢	۴	٨	٦
٨	٦	٢	۴
۴	٢	٦	٨

نونہال مصوّر

امداد حسین بلوچ، شہداد کوٹ

ماریہ مقصود، کراچی

محمد آصف، کراچی

سمیرہ خاتون، کراچی

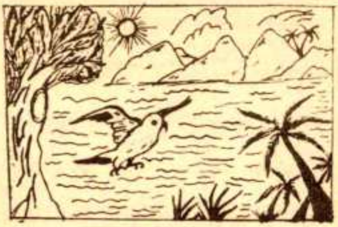

مسرت ضمیر، کراچی

سید شفیق الدین عامر، کراچی

مہرالنساء، کراچی

محمد اسرار الحق، اسلام آباد

فخر جہاں، کراچی

وسیم عباس، سیال کوٹ کینٹ

محمد اسرار الحق، اسلام آباد

شاہینہ جبیں، گھوٹکی سکھر

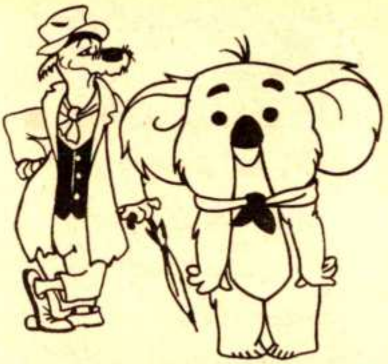

کِھل کِھلائیے

● ایک پروفیسر صاحب لیکچر دے رہے تھے کہ جاپان میں لڑکیوں کی بہت کمی ہے۔ اگر کوئی لڑکی وہاں چلی جائے تو جاپانی اس کی بہت مدد کرتے ہیں۔ اُسی وقت ایک لڑکی کو ضروری کام یاد آگیا۔ وہ اُٹھی اور باہر جانے لگی تو پروفیسر صاحب مسکراتے ہوئے بولے،

"بی بی! ایسی بھی کیا جلدی ہے! پورا لیکچر تو سُن لو!"

مرسلہ: امتیاز علی جہانگیر، لاہور

● بچّہ: وہ پنسل کتنے کی ہے؟

دُکان دار: کون سی؟

بچّہ: وہ ایک رُپے والی۔

● مالک: کیا تمھیں جانوروں سے محبّت ہے؟

نوکر: ہاں جناب! خاص طور پر بُھنے ہوئے مرغ سے۔

مرسلہ: نام نہیں لکھا، کراچی

● شوہر رات کے ساڑھے بارہ بجے غصّے میں گھر میں داخل ہو کر کہنے لگا: بیگم! خبردار آئندہ مجھے کبھی کسی شادی میں شرکت کے لیے نہ بھیجنا۔ رخصتی کا ٹائم دس بجے کا تھا مگر نکاح ساڑھے دس بجے ہوا۔

بیگم: کیا برات دیر سے پہنچی تھی؟"

شوہر: نہیں برات تو ٹھیک وقت پر پہنچ گئی تھی مگر قاضی صاحب ہکلے تھے۔

مرسلہ: شگفتہ درّانی، پشاور صدر

● ایک آدمی سڑک کے کنارے کھڑا زور زور سے ہنس رہا تھا۔ ایک آدمی نے پوچھا "میاں! ابھی تمھیں آدمی مار رہے تھے اور تم یہاں کھڑے ہنس رہے ہو!"

اس آدمی نے قہقہہ لگایا اور کہا، "میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ وہ جس آدمی کو مارنا چاہتے تھے میں وہ نہیں ہوں!"

مرسلہ: محمد جہاں زیب مغل، ملتان

● ایک شخص کو تصویر بنانی نہیں آتی تھی۔ ایک دن اس نے اپنے ایک دوست کی اُلٹی سیدھی لکیریں کھینچ کر تصویر بنا دی اور پھر تصویر کو دیکھ کر بولا:

"آہ جمال! تم کتنے بدل گئے ہو؟"

● ایک آدمی نے اپنے دوست سے کہا، "اگر میں کہیں جا رہا ہوں اور میرے پیچھے ایک بلّی چلی آرہی ہو تو کیا میرے لیے یہ نیک شگون ہے یا بُرا؟" دوست نے اس کے جواب میں کہا، "یہ تو اس بات پر منحصر ہے کہ آپ انسان ہیں یا چوہے!"

مرسلہ: فرزانہ ظہور، کراچی

● ایک پروفیسر کلاس میں لیکچر دے رہے تھے:
"وہ آگے بڑھتا گیا، نہ اس نے اِدھر دیکھا نہ اُدھر۔ کسی کی دوستی، کسی کی دشمنی اُسے نہ روک سکی۔ جو اس کے راستے میں آیا اُسے پچھتانا پڑا۔ بتائیے وہ کون تھا؟"
ایک آدمی نے اُٹھ کر کہا، "بس ڈرائیور۔"

مرسلہ: ناصر ادریس، منصور پور

● افسر (فوجی سے) وہ دیکھو دشمن کا جہاز قریب آگیا ہے۔ فوراً گولی چلا دو۔
فوجی: مگر صاحب وہ تو ابھی اتنا دُور ہے کہ گولی آدھے راستے تک ہی پہنچ سکتی ہے۔
افسر: کوئی بات نہیں، دو گولیاں چلاؤ۔

مرسلہ: احمد نوید خان، کراچی

● ایک عرب نے کوئی سستا گھوڑا خریدا۔ گھوڑا خرید کر وہ جانے لگا تو اس نے تاجر سے پوچھا، "بھئی، سچ سچ بتا دو کہ اس میں کوئی عیب تو نہیں ہے؟"
تاجر نے کہا، "کوئی عیب نہیں ہے۔ صرف ایک پاؤں میں کھجور کے برابر زخم ہے۔ پیٹ میں انگور کے برابر گٹھلی ہے۔ پشت میں نارنگی کے برابر پھوڑا ہے اور پٹھے پر اخروٹ کے برابر معمولی سا زخم ہے۔" عرب بولا، "گدھے! تو گھوڑے بیچتا ہے یا میوہ؟"

مرسلہ: سید نفیس الحسن نقوی، جھنگ صدر

● ڈاکٹر: میں مریض کی آنکھ دیکھ کر مرض بتا دیتا ہوں تمھاری دائیں آنکھ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں تپ دق ہے۔
مریض: لیکن جناب! میری یہ آنکھ تو مصنوعی ہے۔

مرسلہ: عذرا ظہیر، کراچی

● استاد شاگرد سے: دنیا میں کل کتنے براعظم ہیں؟
شاگرد: (تھوڑی دیر بعد) سات براعظم ہیں۔
استاد: شاباش تمھیں کیسے معلوم ہوا؟
شاگرد: پیچھے والے لڑکے سے۔

مرسلہ: محمد طارق مصطفےٰ، کراچی

● کرایہ دار: عجیب واہیات مکان ہے۔ میں نے رات کو یہاں فرش پر چوہے لڑتے ہوئے دیکھے۔
مالک مکان: تو کیا پچاس رُپے میں سانڈوں کی لڑائی دیکھنا چاہتے ہیں آپ؟

مرسلہ: امداد حسین بلوچ، شہداد کوٹ

● ایک خاتون کی گاڑی ایک مصروف ترین سڑک کے بیچوں بیچ خراب ہوگئی۔ خاتون نے کافی کوشش کی کہ گاڑی اسٹارٹ ہو جائے مگر وہ نہ ہوئی۔ اتنے میں خاتون کی گاڑی کے پیچھے گاڑیوں کی ایک لمبی قطار لگ گئی۔ ہارن پر ہارن بج رہے تھے۔ سب سے زیادہ ہارن خاتون کی گاڑی کے پیچھے کھڑی کار کا ڈرائیور بجا رہا تھا۔ اس پر خاتون کو سخت غصّہ آیا۔ پھنا کر اپنی گاڑی سے اُتریں اور پچھلی کار کے ڈرائیور کے پاس جاکر بولیں،
"میں آپ کی گاڑی کا ہارن بجاتی ہوں۔ اتنی دیر میں آپ میری گاڑی اسٹارٹ کر دیں۔"

مرسلہ: ثمر بیگم، لاہور

● ایک خاتون ایک پولیس افسر کے پاس آئیں اور بولیں،

"جناب! میرے شوہر ایک ہفتے پہلے آلو خریدنے گئے تھے مگر ابھی تک واپس نہیں آئے۔"

انسپکٹر بولا "محترمہ! اب آپ ایسا کریں کہ کوئی اور سبزی پکالیں۔" مرسلہ: محسن علی قاسمی، کراچی

• ایک نئے نئے امیر بننے والے آدمی سے ان کے ایک بہت پرانے غریب دوست کی ملاقات ہوئی تو غریب دوست نے کہا "کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟"

"میں فضول لوگوں کو نہیں پہچانتا۔" امیر آدمی نے جواب دیا۔

غریب آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا "مگر میں پہچانتا ہوں۔" مرسلہ: حسن مہدی خراسانی، کراچی

• ایک شخص ہمیشہ منشی پریم چند کی کتابیں خریدا کرتا تھا۔ دُکان دار نے اس سے پوچھا "منشی پریم چند آپ کے پسندیدہ مصنف ہیں؟" اس شخص نے جواب دیا "نہیں، یہ بات ہرگز نہیں۔ مجھے تو کتابیں پڑھنے کا شوق ہی نہیں ہے۔ دراصل ایک مرتبہ ان کی کتاب میں سے مجھے پچاس رُپے کا نوٹ ملا تھا۔" مرسلہ: محمد آصف اقبال، کراچی

• باپ نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا "بیٹا! محنت دنیا میں اپنا انعام ضرور دیتی ہے۔ اب تم ہی دیکھو، میں جس دُکان کا مالک ہوں اس پر پچاس رُپے ماہوار پر ملازمت کرتا تھا مگر ان تھک محنت سے آج اس کا مالک ہوں۔"

بیٹے نے جواب دیا "درست ہے ابّو، مگر اب وہ دَور نہیں رہا۔ اب تو دُکان دار ایک ایک پیسے کا حساب رکھنے لگے ہیں۔" مرسلہ: اعجاز الیاس، کراچی

• ٹکٹ چیکر: تم نے ٹکٹ کیوں نہیں خریدا؟

مسافر: کیوں کہ اس ملک کی ہر چیز ہماری ہے۔

ٹکٹ چیکر: تو پھر جیل بھی جائیے وہ بھی تو آپ ہی کی ہے۔

• ایک کنجوس کا لڑکا سو رُپے کا نوٹ نگل گیا۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح نوٹ نکل آئے مگر نہ نکلا۔ آخر وہ بچّے کو لے کر بنک گیا اور بولا:

"اسے میرے اکاؤنٹ میں جمع کر لو۔ اس کے پیٹ میں سو رُپے ہیں۔"

مرسلہ، عارفہ بی بی، ڈیرہ اسماعیل خان

• شیخ چلّی اپنی مرغی پر گرم پانی ڈال رہا تھا۔ اس سے ایک آدمی نے پوچھا کہ تم اپنی مرغی پر گرم پانی کیوں ڈال رہے ہو؟

شیخ چلّی نے جواب دیا "تاکہ اُبلے ہوئے انڈے دے۔" مرسلہ: کاشف نور اللہ، لاہور

• ایک خاتون ابتدائی طبی امداد کی ٹریننگ کر رہی تھیں۔ ایک دن انھیں سڑک پر ایک آدمی اوندھے منھ پڑا ہوا نظر آیا۔ وہ لپک کر اس کے قریب پہنچیں اور سانس کی آمد و رفت کو بحال کرنے کے لیے اس کے پھیپھڑوں کی جگہ کو دبانا شروع کر دیا۔ جب سارے اُصول آزما چکیں تو اس شخص کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اُٹھتے ہوئے بولا "محترمہ! آپ مجھے مین ہول میں تالا لگانے دیں گی یا نہیں؟"

مرسلہ: عبدالقادر

مِسواک

ہمدرد انٹرنیشنل ٹوتھ پیسٹ

درخت پیلو/مِسواک کی بہ حیثیت محافظِ دنداں سب سے پہلے غیبی دریافت ارضِ قرآن اور مطلعِ اسلام مدینۂ منوّرہ میں ہوئی اور پھر عہد بہ عہد متعدد تہذیبوں نے اور مختلف ثقافتوں نے مِسواک کی سُنّت اور بے انتہا افادیت سے ہمیشہ فیض پایا ہے۔ آج کہ سائنس انکشافات کی عظمتوں کو پا رہی ہے اور انکشافات کی رفعتوں کو چھو رہی ہے، عصری سائنس نے مسوڑھوں کی صحت اور دانتوں کی حفاظت کے لیے پیلو/مِسواک کی افادیت کی بہمہ وجوہ تائید کی ہے۔

ہمدرد کو یہ امتیاز حاصل ہوا ہے کہ اس نے بہ ہمہ تحقیقاتِ سائنسی محافظِ دنداں درخت پیلو/مِسواک سے اپنی سائنسی لیبوریٹریوں میں پہلے ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا اور پھر اب پیلو فارمولے سے بین الاقوامی ٹوتھ پیسٹ 'مِسواک' پیش کیا اور تمام دنیا کے لیے حفاظتِ دنداں کا سامان کیا۔

مِسواک

ہمدرد انٹرنیشنل ٹوتھ پیسٹ

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

پیلو کے بڑے سائز کے طور پر اب پاکستان میں مِسواک بھی دستیاب ہے۔

آوازِ اخلاق

پاکستان سے محبت کرو ـ پاکستان کی تعمیر کرو

ADARTS - MHT-1/88

نونہال ادیب

حمد

پسند: غلام مصطفےٰ سولنگی، شکارپور

جس نے بنائی دنیا
جس نے بسائی دنیا
مجھ کو بھی زندگی دی
تجھ کو بھی زندگی دی
ہاں وہ مرا خدا ہے

اس نے بنائے سارے
یہ چاند اور تارے
سورج کو روشنی دی
پھولوں کو تازگی دی
ہاں وہ مرا خدا ہے

لیتا ہوں نام اس کا
بندہ ہوں میں اسی کا
وہ میرا رہنما ہے
وہ میرا آسرا ہے
ہاں وہ مرا خدا ہے

شاعر: صوفی غلام مصطفےٰ تبسم

نعت

پسند: نثار احمد، میاں جو گوٹھ

مطلع نور ہدیٰ ہے سنّتِ خیرالوریٰ
مشعلِ راہِ خدا ہے سنّتِ خیرالوریٰ
کیوں نہ ہو نام محمد کلمۂ طیب کے ساتھ
شرحِ توحیدِ خدا ہے سنّتِ خیرالوریٰ
ہم کو بس کافی ہیں دو ہادی ہدایت کے لیے
ایک قرآں دوسرا ہے سنّتِ خیرالوریٰ

نئے گیت گاؤ

پسند: محمد رفیق زاہد، گوادر

مسرت کا ڈنکا جہاں میں بجاؤ
نیا سال آیا، نئے گیت گاؤ
دلوں کی بُرائی کو یکسر مٹاؤ
گلے سے حریفوں کو بھی تم لگاؤ
اُٹھائی ہے سالِ گزشتہ ہزیمت
اسے اپنی ہمّت سے اب تم مٹاؤ

بیے زاہد عزم جواں پھر سے اُٹھو
کہ باطل کی شمعوں کو یکسر بجھاؤ
مسرت کا ڈنکا جہاں میں بجاؤ
نیا سال آیا ، نئے گیت گاؤ

نونہال

پسند : بختی رواں، کراچی

سب سے اچھا سب سے اعلا
اپنا نونہال رسالہ
سب ہیں اس کو شوق سے پڑھتے
امّی باجی بھیّا خالہ
سب میں اس کا خاص مقام
جیسے چاند کے گرد ہو ہالا
سب سے اچھا اپنا رسالہ
اچھا درس ہے دیتے والا

پاکستانی بچّہ

پسند: سید صفدر حسین شاہ، میاں چنوں

میں پاکستانی بچّہ ہوں
میں اپنے قول کا سچّا ہوں
میں جگنو ہوں میں تارا ہوں
میں روشنیوں کا دھارا ہوں
میں ایک حسین کہانی ہوں
میں مستقبل کا بانی ہوں

ہے علم سے مجھ کو پیار بہت
ہوں پڑھنے میں ہوشیار بہت
میں اپنا دیس سجاؤں گا
میں اچھی نظمیں گاؤں گا
ہے علم ہی بس پیغام مرا
اور سیّد صفدر نام مرا

سردی

پسند: شیخ انیس طاہر، کراچی

کچھ سرد ہوا سی چل رہی ہے
موسم کی فضا بدل رہی ہے
بڑھتی چلی آ رہی ہے سردی
ہر پیڑ پہ چھا رہی ہے زردی
حالت یہ ہوئی ہے آج کل میں
ہر ایک کے ہاتھ ہیں بغل میں
بچّے سردی سے کانپتے ہیں
کم زور ضعیف ہانپتے ہیں
چھوٹے بڑے چائے پی رہے ہیں
صرف اس کے سہارے جی رہے ہیں
سردی سے جسے بڑا ہے پالا
بیٹھا ہے وہ اوڑھ کے دوشالا
سورج نکلا تو جان آئی
سردی بھی بڑی بلا ہے بھائی

جو برف پہاڑ پر پڑی ہے
خوبی اس برف میں بڑی ہے
بن جائے گی جب یہ برف پانی
پانی میں جب آئے گی روانی
سر سبز یہ کھیت کو کرے گا
دامن امید کا بھرے گا
گرمی کا جب آئے گا زمانہ
نکلے گا زمین سے خزانہ

نیا سال

پسند: حامد عزیز شیخ، حیدر آباد

نیا سال آیا ہے پھر زندگی میں
خوشی چھا گئی دیس کی ہر گلی میں
نئی آرزوئیں نئے ہیں ترانے
نئی زندگی کے نئے ہیں فسانے
کدورت کا ہر داغ دل سے ہٹایا
محبت، مسرت کا پیغام لایا
پرندوں نے پیڑوں پہ ہے غل مچایا
چمن کا ہر اک پھول ہے مسکرایا
اُٹھو نونہالو! وطن کو سجاؤ
محبت اخوت کے نغمے سناؤ
نئے سال میں حوصلے بھی نئے ہوں
نئی منزلیں راستے بھی نئے ہوں
اَدب اپنا قائد ہو علم اپنا رہبر
زمانے میں کوئی نہ ہو اپنا ہمسر
لبوں پہ یہ حامد کے آئیں دعائیں
نیا سال ہر سال یونہی منائیں

آؤ آنکھ مچولی کھیلیں

پسند: سنجیدہ صدیقی، کراچی

گڑیا رانی چور بنو تم
گڈّو بھیّا مور بنو تم
چور کی آنکھ پہ پٹّی باندھو
مور کے پیر میں رسّی باندھو
آؤ آنکھ مچولی کھیلیں
اب رُک جاؤ، چُپ ہو جاؤ
پیڑ کے پیچھے سب چُھپ جاؤ
دیکھو شور نہ ہونے پائے
چور کھڑا ہے کان لگائے
آؤ آنکھ مچولی کھیلیں
آہٹ سنتے ہی لپکے گی
بجلی بن کر ٹوٹ پڑے گی
گڑیا ہاتھ لگا جائے گی
تم کو چور بنا جائے گی
آؤ آنکھ مچولی کھیلیں

ظالم بادشاہ کو نصیحت

کاشفہ نور اللہ، لاہور

شیخ سعدیؒ بیان فرماتے ہیں: میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مزار پر اعتکاف میں بیٹھا تھا کہ ایک دن عرب کا بادشاہ وہاں آیا اور نماز ادا کرنے کے بعد دُعا میں مشغول ہو گیا۔

اس بادشاہ کے بارے میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ وہ رعایا کے ساتھ بہت سختی کا برتاؤ کرتا ہے۔ دُعا سے فارغ ہو کر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھ سے کہنے لگا:

"ایک دشمن کی طرف سے مجھے بہت خطرہ ہے۔ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں، کیوں کہ بزرگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔"

میں نے بادشاہ کی بات سُنی تو اس سے کہا کہ یہ بڑا گناہ ہے کہ ایک طاقت ور شخص کسی کم زور غریب کا پنجہ مروڑے۔ جو شخص عاجزوں پر رحم نہیں کرتا، کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کبھی اُس پر بھی بُرا وقت آسکتا ہے اور اگر ایسا وقت آجائے تو اس کے ظلم کی وجہ سے کوئی بھی اس کی مدد کو نہ آئے گا۔ جس نے بیج تو بدی کا بویا اور امید یہ رکھی کہ اس کی کیاریوں میں نیکی کے گُل بوٹے اُگیں گے، اس نے ایک فضول اُمید باندھی اور اپنے دماغ میں ایک بے ہودہ خیال بسالیا۔ اے بادشاہ! اپنے کانوں سے غفلت کی روئی نکال اور اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کر۔ یاد رکھ! اگر تُو نے انصاف نہ کیا تو انصاف کا ایک دن مُقرر ہے۔ تُو اپنے اعمال کی پاداش سے بچ نہ سکے گا۔

مرغی کا پَر

فیصل بشیر، ڈھوک کشمیریاں

میرے چھوٹے بھائی پر باغبانی کا بھوت سوار تھا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ میں مرغابیاں پال لوں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے محلّے میں ایک مرغیوں والا آیا۔ بس پھر کیا تھا! میرا چھوٹا بھائی ضد کرنے لگا کہ مجھے مرغیاں خریدنی ہیں۔ میری امّی نے اُسے پیسے دیے اور وہ ایک مرغی لے آیا۔ وہ ہر وقت مرغی سے ہی کھیلتا رہتا۔ ایک دن میری امّی نے اس کی کاپیاں دیکھ لیں۔ جب انھیں پتا چلا کہ میرا بیٹا اتنا نالائق ہو گیا ہے کہ اسکول کا کام نہیں کرتا تو ان کی سمجھ میں آگیا کہ یہ سب کچھ مرغیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ انھوں نے گھر میں ایک بلّی پال لی۔ ایک دن میرا چھوٹا بھائی اسکول گیا ہوا تھا اور مرغی چھت پر پھر رہی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ بلّی نے مرغی کو پکڑا اور کھا گئی۔ بس اس کے پَر چھت پر رہ گئے۔ میرا چھوٹا بھائی جب اسکول سے آیا تو اسے پتا چلا کہ مرغی بلّی کھا گئی ہے۔ اسے بہت رنج ہوا۔ شام کا وقت تھا۔ ابّو بازار گئے ہوئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی نے مرغی کے پَر لیے اور اپنے قریبی باغ کی طرف چل پڑا۔ جب وہ باغ میں پہنچا تو مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا۔ وہ مالی کو دیکھ کر چُھپ گیا۔ جب مالی چلا گیا تو اس نے پَر نکالا اور اُسے زمین میں بونے لگا۔

جب اس نے پَر بو لیا تو اُسے پانی دینے لگا۔ اتنے

میں مالی آگیا۔ جب اس نے میرے چھوٹے بھائی کو پَر بوتے دیکھا تو وہ ہنسنے لگا۔ میرے چھوٹے نے پوچھا، "بابا! کیوں ہنس رہے ہو؟"

اس نے کہا" بھلا کوئی مرغیوں کے پَر بوتا ہے؟"

اس پر میرا چھوٹا بھائی کہنے لگا" بابا! اس میں سے مرغیاں نکلیں گی۔"

اتنی دیر میں ابو گھر آگئے۔ جب انھیں میرا چھوٹا بھائی نظر نہ آیا تو وہ اُسے ڈھونڈنے لگے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ باغ میں پہنچ گئے۔ مالی بابا نے پَر بونے کا قصّہ سُنایا تو وہ خوب ہنسے اور چھوٹے بھائی کو پیار کیا۔ پھر ابو نے اس سے کہا کہ وہ محنت سے پڑھے گا اور کلاس میں اوّل آئے گا تو پھر مرغیاں پالنے کی اجازت ہوگی اور اب میرا بھائی خوب پڑھ رہا ہے تاکہ "پر" بونا نہ پڑے اور مرغیاں بھی مل جائیں۔

جو بویا وہ کاٹا

دانیہ اظہر، کراچی

بہت پُرانے زمانے کی بات ہے۔ کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بہت ظالم اور سنگ دل تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ اسی دوران محل کے قریبی دریا میں سیلاب آگیا۔ محل اور محل کے قریبی علاقے کو کافی نقصان پہنچا۔ محل سے کچھ فاصلے پر ایک باغ تھا جو زیادہ بڑا تو نہ تھا لیکن بادشاہ کو بہت عزیز تھا۔ اس باغ میں ایک بہت چھوٹا سا اور خوب صورت جھرنا تھا۔ اس جھرنے کو دیکھنے کے لیے بادشاہ روز وہاں آتا تھا۔ سیلاب کی وجہ سے باغ غائب ہوگیا اور ساتھ میں جھرنا بھی۔

جب بادشاہ واپس لوٹا تو باغ کی تباہی کے بارے میں سُن کر بہت ناراض ہوا۔ اس نے مالی کو بُلا بھیجا۔ جب مالی آیا تو بادشاہ نے اس سے پوچھا" کیا میں نے تمھیں اسی لیے رکھا تھا کہ اگر سیلاب آئے تو تم گھر میں بیٹھے رہو۔ تم نے باغ کی حفاظت سے غفلت کیوں کی؟"

مالی تو پہلے ہی بادشاہ سے بے حد ڈرتا تھا، اس کو غصّے میں دیکھ کر بے ہوش ہوگیا۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے اسے اُٹھا کر باہر پھینک دیا اور ایک پرچہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ جب مالی کو ہوش آیا تو اس نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے پرچے کو کھول کر پڑھا۔ اس پر لکھا تھا: "یا تو اس جھرنے کی قیمت دو یا پھر میری سلطنت سے باہر نکل جاؤ۔" مالی رونے لگا اور پھر اُٹھ کر گھر کی طرف چل پڑا۔ اس نے ساری کہانی اپنی بیوی کو سُنائی۔ اس کی بیوی بھی یہ سُن کر رونے لگی۔

اُدھر بادشاہ نے اعلان کرایا کہ جو بھی مالی کو پکڑ کر لائے گا اسے ہیرے جواہرات انعام میں دیے جائیں گے۔ اس کے بعد ایک دن بادشاہ پھر شکار کھیلنے جا رہا تھا کہ راستے میں گھوڑے سے گر گیا اور پھر کیچڑ میں لت پت ہوگیا۔

اس نے سوچا کہ محل میں واپس جا کر لباس تبدیل کرلوں۔ جب وہ واپس محل آیا تو سپاہیوں نے اسے کیچڑ

میں لت پت ہونے کی وجہ سے مالی سمجھ لیا اور تلوار سے اس کا سر اُڑا دیا۔

"واقعی انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حال

عارف محمود، سوہدرہ

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کو چھپائے رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے تکلیف نہ پہنچے اپنے آپ کو چھپائے رکھنے کی تلقین ہوتی تھی۔

جب مسلمانوں کی تعداد اُنتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ کھلم کھلا تبلیغ کی اجازت عطا فرما دیجیے۔ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اصرار پر اجازت دے دی اور ان حضرات کے ساتھ خانۂ کعبہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا۔ یہ سب سے پہلا خطبہ تھا۔ کفار غصے میں آئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اتنا مارا کہ آپ خون میں نہا گئے۔

جب آپ بے ہوش ہو گئے تو پھر آپ کے قبیلے کے لوگ آپ کو اُٹھا کر آپ کے گھر لے آئے۔

ہر کوئی یہ کہتا تھا کہ آپ کا زندہ بچ جانا ممکن نہیں ہے۔ کافی دیر تک آوازیں دینے کے بعد بھی آپ نہ بولے تو آپ کے قبیلے کے لوگ مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ اگر ابوبکر زندہ نہ بچے تو ہم اس کے بدلے میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے۔ عتبہ بن ربیعہ نے ہی آپ کو زیادہ مارا تھا۔

شام ہوئی پھر رات ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہوش آیا اور سب سے پہلے یہ کہا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟"

لوگوں نے کہا "جس کی وجہ سے ان کا یہ حال ہوا ہے اب بھی اسی کو پوچھ رہے ہیں۔"

لوگ ناراض ہو کر اُٹھ کر چلے گئے اور جاتے جاتے آپ کی والدہ اُمِّ خیبر سے کہہ گئے کہ ان کے لیے کچھ کھانے کا انتظام کر دو۔

آپ کی والدہ نے جب کچھ کھلانا چاہا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا "پہلے مجھے یہ بتا دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔" آپ کی والدہ نے کہا، "بیٹا! مجھے کیا معلوم کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔" آپ نے کہا، "اُمِّ جمیل (عمر کی بہن) سے جا کر پوچھو۔"

آپ کی والدہ بیٹے کی خاطر اُسی وقت اُمِّ جمیل کے پاس گئیں اور انھیں تمام واقعہ کہہ سنایا۔ چوں کہ اُمِّ جمیل بھی اس وقت ایمان کو چھپائے ہوئے تھیں، اس لیے وہ انجان بن گئیں، مگر بعد میں حضرت ابوبکرؓ کو دیکھنے کے لیے اُن کی والدہ کے ساتھ ان کے گھر آئیں۔

جب انھوں نے ابوبکر صدیق کی حالت دیکھی تو رونے لگیں اور کہا، "ظالموں نے آپ کی کیا حالت بنا دی!"

آپ نے پوچھا "حضور پاکؐ کا کیا حال ہے؟"

انھوں نے جواب دیا،" آپ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور ارقم کے گھر قیام رکھتے ہیں۔"

پھر آپ کی والدہ نے کہا،" بیٹا! کھانا کھالو۔" آپ نے کہا،" اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا، جب تک آپؐ سے ملاقات نہ کرلوں۔" آپ کی والدہ رات کے وقت آپ کو لے کر حضرت ارقم کے گھر پہنچیں۔ جب ابوبکر صدیق نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ آپؐ اور وہاں موجود سب مسلمانوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس کے بعد آپ نے رسول اللہؐ سے کہا،" یہ میری والدہ ہیں۔ ان کی ہدایت کے لیے دعا فرمائیے اور انھیں اسلام کا پیغام دیجیے۔"

آپؐ نے آپ کی والدہ کی ہدایت کے لیے دعا فرمائی اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔

دیکھا آپ نے! مشرکین کی مار کھانے کے بعد بھی رسول اللہ کی محبت ہی آپؓ کے دل میں تھی۔

سالِ امن

محمد رفیق، ڈیرہ غازی خاں

ننھے ساتھیو! ایک بوڑھا بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ بوڑھے نے اس کو بُلا کر کہا،" دیکھو بیٹا! میرے دَور کا آغاز بہت خراب ہوا تھا۔ میری زندگی کے اب صرف چند روز باقی ہیں۔ دیکھو میری زندگی میں کئی بہنوں کے بھائی چھن گئے، کئی ماؤں کے لختِ جگر اُن سے بچھڑ گئے۔ کئی کے سہاگ لُٹ گئے۔ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری زندگی ختم ہو رہی ہے۔ اب تجھے جینا ہے۔ مگر دیکھ تُو یہ سب باتیں نہ ہونے دینا جو میرے دَور میں ہوئیں۔ بلکہ سب کو امن سے رہنے کا سبق دینا۔ بس مجھے یہی نصیحت کرنی تھی۔"

پیارے بچّو! کیا آپ کو پتا ہے کہ یہ لڑکا اور بوڑھا کون تھے۔ یہ بوڑھا ۱۹۸۸ء اور لڑکا ۱۹۸۹ء تھے۔

اخلاق

ہما ناز عبدالسلام، کراچی

زندگی میں کامیابی کے لیے کئی چیزیں ضروری ہیں۔ ان میں اخلاق سب سے اوّل اور اہم ہے۔ ہر مسلمان کا اخلاق اچھا ہونا چاہیے۔ یہی مسلمان کی پہچان ہے۔ کچھ لوگ اخلاق کو کامیابی کے لیے زیادہ ضروری نہیں سمجھتے۔ وہ صرف دولت کو ہی کامیابی کا راز جانتے ہیں۔ لیکن یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جس کی سب سے بڑی مثال ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،" بے شک آپؐ اخلاق کے سب سے اونچے درجے پر ہیں۔" حضورؐ کا ارشاد ہے کہ انسانی اعمال میں سب سے وزنی اس کے اخلاق ہیں۔ آپؐ اچھے اخلاق کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اخلاق ہی دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔

مجلس کے آداب

افشاں عثمان، ملیر کالونی

چند لوگوں کے ایک جگہ اکٹھا بیٹھنے کو "مجلس" کہتے

ہیں۔ کھانے پینے اور پڑھنے کی طرح مجلس میں بیٹھنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ جب کسی مجلس میں پہنچیں تو سب سے پہلے سلام کریں۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ کہاں جگہ خالی ہے اور وہاں بیٹھ جانا چاہیے۔ اگر جگہ تنگ ہو تو دوسروں کو بھی جگہ دینی چاہیے۔

اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسے لوگوں میں بیٹھا جائے جو عمر کے اعتبار سے آپ کے ہم عمر ہوں۔ مجلس میں سب بیٹھے ہوں تو خواہ مخواہ اکیلے کھڑے نہیں رہنا چاہیے۔ اگر مجلس میں کوئی بات کہہ رہا ہو تو اسے غور سے سننا چاہیے۔

اگر کوئی بات کہنی ہو تو اپنی باری کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور اپنی بات ٹھیر ٹھیر کر کرنی چاہیے، تاکہ لوگ سمجھ جائیں۔

رسالوں کا بادشاہ

فہیم صادق آرائیں، منا ھڑ د

میرا چھوٹا بھائی فرحان تیسری کلاس میں پڑھتا ہے۔ وہ گھر والوں سے اکثر اکھڑا اکھڑا سا رہتا تھا۔ جب دیکھو کسی نہ کسی سوچ میں ڈوبا رہتا۔ کسی سے بات تک نہ کرتا۔ صبح اسکول جاتا اور شام کو آکر کھانا کھاتا اور اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ اُسے کتابیں وغیرہ پڑھنے کا بالکل شوق نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس کی معلومات بھی کچھ نہیں تھی۔ لیکن ایک بات تھی کہ وہ اپنی سال گرہ پر بہت خوش نظر آتا تھا۔ جب اسے سال گرہ پر تحفے دیے جاتے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا تھا۔ ہم حیران ہوتے تھے کہ یہ سال گرہ کے دن اتنا خوش کیوں ہوتا ہے! پھر ہم سوچتے کہ چلو سال میں ایک دفعہ ہی سہی یہ خوش تو ہوتا ہے۔

چند ماہ پہلے فرحان کی سال گرہ تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ سال گرہ پر تمھیں ایسا تحفہ دوں گا کہ تم نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو گا۔ میں نے فرحان کے لیے تحفہ خریدا اور گھر کی طرف چل دیا۔ گھر پہنچا تو ہر طرف گہما گہمی تھی۔ فرحان خوشی خوشی تحفے وصول کر رہا تھا۔ میں نے بھی ایک پیکٹ اسے تھما دیا۔ پھر کیک کاٹا گیا۔ آج فرحان بہت خوش تھا۔

جب تحفے کھولے گئے تو سب سے پہلے فرحان نے میرا تحفہ کھولا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس میں نونہال کا خاص نمبر تھا۔ اس نے باقی تحفے کھولے بغیر نونہال کے خاص نمبر کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اسے نونہال اتنا پسند آیا کہ وہ ایک دم کہہ اٹھا، "واہ.... وا! یہ تو بچّوں کے رسالوں کا بادشاہ ہے۔"

اس کے بعد سے فرحان کی معلومات بھی بڑھ گئی اور اسے پڑھنے لکھنے کا شوق بھی پیدا ہو گیا۔

نماز کی اہمیت

آسیہ ارم، کراچی

نائلہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کی بہت فرماں بردار تھی۔ بڑی ذہین اور سمجھ دار لڑکی تھی، مگر اس میں ایک خرابی یہ تھی کہ وہ نماز نہیں پڑھتی تھی، حال آنکہ اس کے امی اور ابّو باقاعدگی سے نماز پڑھتے تھے، مگر اُن کو دیکھ کر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ امّی نے کئی بار

اس سے کہا بھی مگر اس نے کوئی پروانہ کی۔ آخر میں نائلہ کے ابّو کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔

"نائلہ! تمھارے ابّو کے دوست انگلینڈ سے آرہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کی بیٹی بھی آرہی ہے۔ وہ کچھ دن ہمارے ہاں ٹھیریں گے۔ تم ان سے خوش اخلاقی سے ملنا۔" اس کی امی نے ایک دن اس سے کہا۔ نائلہ یہ سُن کر بہت خوش ہوئی۔ کچھ دن بعد وہ لوگ آگئے۔ نائلہ نے ان کا استقبال کیا۔ وہ اپنی ہم عمر سہیلی سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ اس کا نام صائمہ تھا۔ نائلہ صائمہ کا لباس دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ پاکستانی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ابھی وہ باتیں کر رہی تھیں کہ ان کی امّی نے آواز دی کہ کھانا کھالو۔ اگلے دن فجر کی اذان کے وقت ان کی امّی نے صائمہ کو جگایا اور نائلہ کو بھی۔ مگر نائلہ نہیں اُٹھی اور صائمہ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اس کے بعد قرآن شریف پڑھا۔ ویسے بھی آج جمعہ کا دن تھا۔ اس لیے نائلہ دیر تک سوتی رہی اور پورے ایک بجے اُٹھی۔ صائمہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ صائمہ جب نماز پڑھ چکی تو اس نے نائلہ سے پوچھا، "تم نے نماز نہیں پڑھی؟"

"آخر نماز سے ہوتا کیا ہے؟" نائلہ نے پوچھا۔ "تم نے کتابوں میں نہیں پڑھا۔ تمھاری امّی نے نہیں بتایا؟"

"بس امّی تو نصیحت کرتی رہتی ہیں۔ مجھے ان باتوں سے اُلجھن ہوتی ہے۔"

صائمہ نے کہا، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مسلمان مرد عورت پر نماز فرض ہے اور سات سال کی عمر سے نماز فرض ہو جاتی ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا۔ نماز دین کا ستون ہے۔" نائلہ سر جھکائے صائمہ کی باتیں سُن رہی تھی۔ "بس تم ایک دن نماز پڑھ کر دیکھو تمھارا سارا دن اچھا گزرے گا۔"

نائلہ صائمہ کی زبان سے یہ سب سُن کر بہت شرمندہ ہوئی۔ اس نے کہا کہ آئندہ میں کبھی نماز نہیں چھوڑوں گی۔ تم اپنے ملک سے دُور رہ کر اتنا کچھ جانتی ہو اور مجھ پر غفلت کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ اسلامی ملک میں رہتے ہوئے بھی مجھے کچھ نہیں معلوم۔ صائمہ نے آگے بڑھ کر نائلہ کو گلے لگالیا۔

سنگاپور کی سیر

عمران امیر علی، کراچی

پچھلی چھٹیوں میں ہمارا سنگاپور جانے کا اتفاق ہوا۔ جولائی کے مہینے میں ہم سنگاپور کے لیے روانہ ہو گئے۔ راستے میں بنکاک کے ہوائی اڈّے پر تھوڑی دیر ٹھیرے اور اس کے بعد سنگاپور جانے کے لیے دوبارہ جہاز پر سوار ہوئے وہاں سے چند گھنٹے کے سفر کے بعد ہم سنگاپور کے "چنگی ایئرپورٹ" پر اُتر گئے۔ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ ہم سیدھے ہوٹل پہنچے اور رات کو وہیں قیام کیا۔ دوسرے دن سے ہم نے سیر کا پروگرام بنایا۔ سنگاپور بہت ترقی یافتہ اور صاف ستھرا شہر ہے۔ یہاں پر جدید اور بلند و بالا عمارتیں ہیں اور ایسی ایسی چیزیں ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ پاکستان اور سنگاپور کے قریبی اور دوستانہ تعلقات ہیں۔ سنگاپور کے وزیر اعظم جناب لی کوان یُو نے پاکستان کا دورہ بھی کیا تھا۔ بات سیر کی ہو رہی تھی تو ہم سب سے پہلے بس

میں بیٹھ کر سینٹوشا جزیرے کی طرف چل دیے۔ آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچے۔ سینٹوشا جزیرے پر الیو بیہ جیسی لفٹ چیرز چلتی ہیں۔ ہم لفٹ چیئر میں بیٹھ کر ماؤنٹ فیبر گئے۔ سینٹوشا اور ماؤنٹ فیبر کے درمیان ایک دریا بھی ہے۔ اونچائی سے جہاں ہمیں مزہ آرہا تھا وہیں دیکھ دیکھ کر جان بھی نکل رہی تھی۔ خیر وہاں پہنچے اور پھر اُسی لفٹ چیئر میں بیٹھ کر واپس سینٹوشا آئے۔ وہاں تھوڑا سیر سپاٹا کیا اور پھر چڑیا گھر پہنچے۔ اس چڑیا گھر کو "جیرونگ برڈ پارک" کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد ہم نے تتلی گھر اور مگرمچھ فارم بھی دیکھا۔ دوسرے دن ایم۔ آر۔ ٹی گئے۔ وہاں زیر زمین ریل گاڑیاں چلتی ہیں۔ ریل کے ذریعے سے ہم آؤٹرم پارک گئے۔ وہاں ہم نے ڈولفن شو اور ایلی فینٹ شو بھی دیکھا۔ دوسرے دن ہم واپس کراچی کے لیے روانہ ہو گئے۔

نماز اور کرکٹ

رضوان احمد، کراچی

"جاوید کل میچ ہے صبح نو بجے آجانا۔"

"مگر کل تو جمعہ ہے۔ اگر میں میچ کھیلنے لگا تو نماز چلی جائے گی۔"

"تو کیا ہوا۔ اگلے جمعے کو پڑھ لینا۔"

"اچھا! میں چلتا ہوں۔ تم آجانا۔"

آفاق یہ کہہ کر چلا گیا اور جاوید سوچنے لگا کہ واقعی نماز کوئی بھاگی تھوڑی جا رہی ہے۔ اب کی دفعہ نہیں اگلی دفعہ پڑھ لوں گا۔ مگر پھر فوراً ہی ضمیر کی آواز آئی کہ کرکٹ سے بھی تو مجھے کوئی فائدہ نہیں۔ نماز سے تو مجھے بہت سے فائدے ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے سے مجھے اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی اور جب اللہ خوش ہو گا تو مجھے آخرت میں جنّت ملے گی۔ ارے کون سے ایک جمعہ کی نماز پڑھنے سے جنّت مل جائے گی۔ دل نے کہا کہ مجھے کرکٹ ہی کھیلنی چاہیے۔ وہاں اتنے سارے لوگ موجود ہوں گے۔ اتنے دنوں بعد تو اتنا بڑا ٹورنامنٹ ہو رہا ہے۔ میں اس میں بھی شریک نہ ہوا تو سب لڑکے میرا بہت مذاق اُڑائیں گے۔ بس میں صبح کرکٹ کھیلنے جاؤں گا۔ جاوید نے فیصلہ کیا اور سو گیا۔ صبح جاوید اُٹھا تو ایک بار پھر اُس کے ضمیر نے کہا کہ میں آج نماز پڑھنے ضرور جاؤں گا۔ نہیں دل نے کہا۔ میں کرکٹ کھیلنے جاؤں گا۔ نہیں نماز۔ نہیں کرکٹ۔ نماز ایک جمعے کی اگر نہ پڑھوں تو کوئی فرق نہیں ہو گا۔ واہ فرق کیوں نہیں پڑے گا۔ اللہ ناخوش ہو جائے گا اور جب اللہ ناخوش ہو گا تو بس! میں ضرور نماز پڑھوں گا۔ کرکٹ گیا بھاڑ میں۔ یہ فیصلہ کر کے جاوید بے حد خوش ہوا اور جب نماز پڑھنے گیا تو اُس کو ایک عجیب سی مسرت محسوس ہو رہی تھی۔

آنکھیں

پرنس محمد وسیم بن اشرف، میاں چنوں

عطیاتِ خداوندی میں سے آنکھیں سب سے بڑی نعمت ہیں، کیوں کہ آنکھوں کے ذریعے سے ہم دنیا کی رنگینیوں اور باریکیوں کو دیکھ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں۔ آنکھ ایک

کیمرے کی طرح ہے جس میں ہزاروں، بلکہ لاکھوں لوگوں کی تصویریں ہوتی ہیں۔ یہ آنکھیں جب کسی کو دیکھتی ہیں اور جس سے متاثر ہوتی ہیں اس کی تصویر ہمیشہ کے لیے اپنے اندر جذب کرلیتی ہیں۔ انسان جب جس کو چاہے اپنے تصوّر میں اسے ہر انداز میں دیکھ سکتا ہے۔

آنکھیں دوسروں کے چہروں کو پڑھ لیتی ہیں۔ اس کے تاثرات کو جان لیتی ہیں۔ اگر ان آنکھوں کو غور سے دیکھو تو یہ بہت کچھ بولتی نظر آتی ہیں۔ آنکھیں روتی بھی ہیں اور ہنستی بھی ہیں۔ آنکھیں سوال بھی کرتی ہیں اور جواب بھی دیتی ہیں۔ آنکھیں اچھائی بھی دیکھتی ہیں اور بُرائی بھی۔ خوشیاں بھی دیکھتی ہیں اور غم بھی۔ بند آنکھیں خواب دیکھتی ہیں اور کُھلی آنکھیں حقیقت کو دیکھتی اور سمجھتی ہیں۔ آنکھوں کی تمام خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ انسان خود تو دھوکا کھا سکتا ہے لیکن اس کی آنکھیں کبھی دھوکا نہیں کھاتیں۔

چاک کھانا

خورشید بانو، حیدر آباد

چاک سے لکھنا ایک متعدی مرض ہے۔ یہ مرض ایک شخص سے دوسرے شخص کو فوراً لگ جاتا ہے۔ اس کے جراثیم ہاتھوں کے ذریعے سے جسم کے مختلف حصوں سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بیماری بعض اوقات نہایت خطرناک واقع ہوسکتی ہے، کیوں کہ اکثر مریضوں کو چاک سے اس قدر دلی لگاؤ ہو جاتا ہے کہ وہ خوراک میں بھی صرف چاک ہی کھانا پسند کرتے ہیں۔ رات کو سونے سے پہلے چاک کی کھیر کھانے کی فرمائش مریضوں میں بے حد عام ہے۔

یہ مرض چوں کہ متعدی ہے اور تیزی سے پھیل جاتا ہے، اس لیے سروے کرنے والے ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ مریض کو الگ کمرے میں رکھیں اور اس کے برتن، کپڑے اور دوسری تمام چیزیں الگ رکھی جائیں۔ مریض کے لیے ایسے کمرے کا انتخاب کریں جس کی دیواروں پر سفیدی کی ہوئی ہو تاکہ اگر مریض چاک سے دیواروں پر کچھ لکھنا چاہے تو اسے نظر نہ آئے کہ اس نے کیا لکھا ہے۔ مریض کے کمرے میں ہر ہفتے باقاعدگی سے سفیدی کرائیں تاکہ اس کے دماغ سے چاک کو استعمال کرنے کا جنون اُتر جائے اور وہ اپنی اس عادت کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

ڈاکٹروں نے سروے کے دوران شدّت سے یہ محسوس کیا ہے کہ مریضوں کی زندگی کے ہر پہلو میں چاک کا استعمال کثرت سے ہو رہا ہے۔ اس بات کی مناسبت سے ڈاکٹروں نے اس بیماری کا نام "چاکیلیا" تجویز کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس مرض کی ابتدا بھی چاک ہی سے ہوتی ہے اور اس مرض کو ختم کرنے کے لیے بھی چاک کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ٹیلے وژن

طاہرہ ناز، کراچی

ٹیلے وژن اسکاٹ لینڈ کے ایک شخص جان لوئی جی بیرڈ

نے ایجاد کیا تھا۔ ایک دن وہ سمندر کے کنارے ٹہل رہا تھا کہ اس کے کانوں میں گانے کی آواز آئی۔ اس نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا تو پتا چلا کہ پاس ہی ایک ہوٹل میں ریڈیو بج رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ ہوا کی لہروں نے آواز کو کتنی دُور تک پہنچا دیا۔ کیا ان لہروں پر تصویر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتی؟ اسے فوٹو گرافی کا شوق تھا اور وہ کئی مرتبہ تصویروں اور بجلی کے تاروں پر تجربہ کر چکا تھا۔ اس نے عزم کیا کہ اب وہ ہوا کی لہروں پر تصویریں بھیج کر رہے گا۔ جان لوئی نے ایک دن ایک صندوق، کپڑا سینے کی چند سوئیاں، بسکٹوں کا ڈبا، سائکل کے لیمپ کا شیشہ، کچھ بیٹریاں، بجلی کا تار اور بہت سامان اکٹھا کیا۔

ایک عرصے تک وہ دن رات کمرے میں تجربے کرتا رہا۔ اس نے سامنے ایک پردہ لگا رکھا تھا۔ آخر ایک دن پردے پر تصویر آ ہی گئی لیکن وہ کچھ زیادہ صاف نہ تھی۔ اس پر جان لوئی بیئرڈ نے ایک ہزار بیٹریاں ایک ساتھ لگا دیں۔ اور کئی دنوں کی محنت کے بعد آخر پردے پر صاف تصویریں لانے میں کام یاب ہو گیا۔ اب بیئرڈ نے کئی مشہور سائنس دانوں کو اپنا یہ کارنامہ دکھایا۔ یہ سائنس داں بھی ٹیلی وژن ایجاد کرنے کی فکر میں تھے۔ اگلے ہی دن برطانیہ کے تمام اخبارات میں بیئرڈ کی اس حیرت انگیز ایجاد کا حال چھپ گیا۔ اس کے بعد بہت سے سائنس دانوں نے ٹیلی وژن میں اصلاحات کیں، لیکن ٹیلی وژن کا اصل موجد جان لوئی جی بیئرڈ ہی کو مانا جاتا ہے۔

○ ○ ○

ڈراما

محمد ذوالقرنین، جام پور

ننھے کو سبق سُنانے پر جب ڈیڈی نے چاکلیٹ کا پیکیٹ دیا تو تاشی حیران رہ گیا۔ وہ اُسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے منھ میں پانی بھر آیا۔ اس کا دل ننھے سے چاکلیٹ چھین لینے کو اُکسا رہا تھا۔ لیکن وہ ننھے کی عادت اور ڈیڈی کے غصّے کو خوب سمجھتا تھا۔ ایک دن اُس نے ننھے سے صرف چاکلیٹ مانگی ہی تھی کہ ننھے نے ایک کی اٹھارہ بنا کر ڈیڈی کو سُنائیں اور پھر بے چارے تاشی کی وہ مرمّت ہوئی کہ وہ آج تک اس کو نہیں بھول سکا۔

تاشی دل ہی دل میں ننھے سے چاکلیٹ حاصل کرنے کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ آج کچھ اس انداز سے چاکلیٹ چھیننا چاہتا تھا کہ ننھے کو ذرا بھی محسوس نہ ہو۔ چناں چہ کچھ سوچ کر وہ اندر گیا اور ڈیڈی کی پستول والی پیٹی اُٹھا کر ننھے کے پاس آیا اور نہایت نرم آواز میں بولا: "آؤ ننھے آج ڈراما کھیلیں۔"

"کون سا ڈراما بھیا؟" ننھے نے حیرت سے پوچھا۔

تاشی نے جلدی سے کہا "ارے وہی پُرانا تم تھانے دار بنو اور میں چور۔ تم چاکلیٹ کا پیکیٹ تکیے کے نیچے رکھ کر سو جانا اور میں چوروں کی طرح اسے چُرانے کی کوشش کروں گا۔ لیکن تم دھیان رکھنا اور مجھے موقع پر پکڑ کر تھانے لے چلنا۔"

"اچھا! اچھا!" ننھے نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر اُس نے پیکٹ تکیے کے نیچے رکھ دیا اور جھوٹ موٹ آنکھیں بند کرکے لیٹ گیا۔ تاشی نے آہستہ سے اس کے تکیے کے نیچے سے پیکٹ نکالا اور پھر لگا مزے لے لے کر کھانے۔

ننھا ابھی تک آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا، "آؤ نا بھیّا!" تاشی گھبرا گیا۔ اور اس نے جلدی سے ساری چاکلیٹیں منھ میں ٹھونس لیں۔ ننھے نے ایک بار پھر آواز دی لیکن تاشی کے لیے بولنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ننھا ایک دم اُٹھ کھڑا ہوا اور جیسے ہی اُس نے خالی پیکٹ دیکھا تو وہ اُدھم مچایا کہ اللہ کی پناہ! سارے گھر والے اکھٹے ہو گئے۔ ڈیڈی، بھیّا، آپا سبھی گھبرائے ہوئے تھے۔ تاشی فوراً الماری کے پیچھے چھپ گیا۔ ننھے نے رو رو کر سارا واقعہ کہہ سُنایا تو ڈیڈی کو بڑا غصّہ آیا۔ انھوں نے تاشی کو پکارا تو تاشی الماری کے پیچھے سے نکلا۔ اس کا منھ ابھی تک چاکلیٹ سے بھرا ہوا تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے جب اس نے ڈیڈی کی طرف دیکھا تو باوجود غصّے کے وہ ہنس پڑے۔

بابل

راشد منہاس، تربیلا ٹاؤن

شہر بابل دنیا کے ان قدیم شہروں میں سے ہے۔ جنھیں زمانے کے سرد و گرم نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ کسی زمانے میں یہ شہر دنیا کے شہروں کا بادشاہ اور تہذیب کا مرکز تھا۔ اس کے عالی شان گنبد آسمان سے باتیں کرتے تھے اور اس کے گلی کوچوں میں دولت برستی تھی۔ لیکن آج اس سرزمین پر خاک کے چند ٹیلوں اور کھنڈروں کے سوا اور کچھ باقی نہیں۔ ہر سال سیکڑوں قافلے اس راہ سے گزرتے ہیں اور انھیں خیال تک نہیں آتا کہ اس ویرانے میں ایک عظیم الشان قوم کی عظمت دفن ہے۔

شہر بابل تقریباً تین ہزار سال پہلے بغداد کے قریب دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ یہاں کئی بادشاہوں نے حکومت کی۔ ان میں نمرود اور بخت نصر بہت مشہور ہیں۔

یہ شہر بلند چار دیواری میں اس طرح بنایا گیا تھا جس طرح انگوٹھی میں نگینہ جڑا جاتا ہے۔ اس کا رقبہ ۶۰ میل تھا جس میں ۲۲ لاکھ لوگ آباد تھے۔ اس چار دیواری کے تمام ضلعے آپس میں برابر تھے۔ ان کی بلندی ۳۳۵ فیٹ تھی۔ اس میں جگہ جگہ ۲۵۰ برج مناسب فاصلوں پر بنے ہوئے تھے۔ شہر میں وسیع باغ تھے۔ سڑکیں نہایت کشادہ تھیں۔ ان سڑکوں کے درمیان کئی محلّے تھے۔ مکان عموماً تین منزلہ اور چار منزلہ تھے۔ شہر کے بیچوں بیچ دریائے فرات لہریں مارتا رہتا تھا۔ اس کی پشت پر بلند دیواریں بنائی گئی تھیں تاکہ شہر طغیانی کے خطرے سے محفوظ رہے۔

بابل کی عمارتوں میں بیلوس دیوتا کا مندر اور شاہی محل جیسی بہت سی عظیم الشان عمارتیں تھیں۔ مندر پورے ایک میل کے رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس میں کئی چبوترے تھے۔ سب سے نچلا چبوترا ۳۵ لاکھ ۶۰ ہزار مربع فیٹ زمین پر بنا تھا اور اس پر کئی چبوترے تھے۔ جو بہ تدریج

ایک دوسرے سے چھوٹے ہوتے چلے جاتے تھے۔ آخری چبوترا جو سطحِ زمین سے ۸۰۴ فیٹ بلند تھا بیلوس دیوتا کا مندر تھا۔

شاہی محل میں ایک مشہور باغ تھا جسے باغِ معلق کہتے ہیں۔ اس باغ میں مختلف ملکوں سے درخت منگوا کر لگائے گئے۔

آخر بابل کے اقبال کا ستارہ گردش میں آگیا۔ بخت نصر کے پوتے بل شازر کے زمانے میں اس کی تباہی کے آثار نظر آنے لگے۔ بادشاہ کو راگ رنگ کی محفلوں سے اتنی فرصت کہاں کہ وہ امورِ سلطنت کی دیکھ بھال کرے۔ ایران کے بادشاہ سیرس نے یہ حال سنا تو زبردست فوج لے کر آیا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اب اس جگہ پر جہاں یہ شہر آباد تھا چند کھنڈروں کے سوا کچھ نہیں۔

دیانت داری

الٰہ دتہ، پنو عاقل

ایران کے کسی گاؤں میں ایک غریب گڈریا رہتا تھا۔ وہ اپنی غریب زندگی سے بہت خوش تھا۔ سارا دن بھیڑیں چراتا اور بانسری بجاتا رہتا اور رات کو گھاس پھونس کی جھونپڑی میں چین کی نیند سوتا۔ اس گڈریے میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر اپنا آرام بھول جاتا تھا اور ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کرتا۔ اس کی اس ہمدردی اور محبّت کی وجہ سے لوگ اُسے بہت پسند کرتے تھے۔ اس کے خلوص اور دانش مندی کو دیکھ کر لوگ مختلف معاملات میں اس سے صلاح مشورے کے لیے آنے لگے۔ یہ بات ایران کے بادشاہ کے کانوں تک پہنچی تو اُسے بھی گڈریے سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ آخر بادشاہ ایک دن گڈریے کے بھیس میں اُس سے ملنے آیا۔ وہ بادشاہ سے بڑی خوش اخلاقی سے پیش آیا اور اپنی روکھی سوکھی روٹی میں اُسے بھی شامل کرلیا۔ بادشاہ نے رات گڈریے کے ساتھ اس کی جھونپڑی میں گزاری اور دوسرے دن صبح بادشاہ نے گڈریے کا شکریہ ادا کیا اور جانے کی اجازت مانگی۔ رخصت کرتے وقت گڈریے نے بادشاہ سے کہا، "آپ گڈریے نہیں، بادشاہ ہیں۔" بادشاہ حیران رہ گیا۔ اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں بادشاہ ہوں۔

بادشاہ نے گڈریے کی عقل و دانش سے متاثر ہو کر اسے پاس کے علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔ گڈریا اپنی سمجھ بوجھ اور دانائی کی وجہ سے آہستہ آہستہ ایران کے ایک بڑے صوبے کا حاکم بن گیا۔ اس کی اس عزّت و شہرت کو دیکھ کر دربار کے دوسرے وزیر اور امیر اس سے جلنے لگے۔ انھوں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیے اور گڈریے کے خلاف شکایتیں کرنے لگے۔ ایک روز انھوں نے بادشاہ سے کہا، "گڈریے حاکم کے پاس ایک فولادی صندوق ہے جو وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اس فولادی صندوق میں بہت بڑا خزانہ ہے۔" اس شکایت پر بادشاہ گڈریے حاکم سے بدظن ہو گیا۔ اس بات کی تصدیق کے لیے اس نے اپنے جاسوس بھیجے جنھوں نے آکر اطلاع دی کہ امیروں کی بات صحیح ہے اور گڈریا حاکم واقعی ایک صندوق ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

یہ بات سنتے ہی بادشاہ نے گڈریے حاکم کو شاہی فرمان بھیجا کہ اپنے صندوق کے ساتھ فوراً دربار میں حاضر ہو فرمان ملتے ہی گڈریا اپنے صندوق کے ساتھ دربار میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے گڈریے حاکم پر چوری، رشوت ستانی اور لوٹ مار کے الزامات لگائے۔

بادشاہ نے کہا، "تم اپنے صندوق میں خزانہ چھپائے پھرتے ہو۔" گڈریے حاکم نے عرض کیا کہ میں چاہے قتل کر دیا جاؤں لیکن اس صندوق کو اپنے سے جدا نہیں کروں گا۔ بادشاہ کے حکم پر اس صندوق کو دربار میں جب کھولا گیا تو اس میں سے گڈریے کے وہ کپڑے نکلے جنھیں پہن کر وہ بھیڑیں چرایا تھا اور وہ بانسری ملی جنھیں اس زمانے میں وہ بجایا کرتا تھا۔ گڈریے نے دربار میں ہی اپنا پھٹا پرانا لباس پہنا اور شاہی لباس بادشاہ کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا، "بادشاہ سلامت! میں نے دس سال ان پھٹے پرانے کپڑوں اور بانسری کو سنبھال کر رکھا تاکہ میں ان چیزوں کو دیکھ کر اپنی ہمدردی، خلوص، خدمت اور دیانت داری کی خصلتوں کو قائم رکھ سکوں جو شاید بادشاہوں کے درباروں میں کم پائی جاتی ہیں۔ جب آپ ہی نے میری سچائی کی قدر نہ کی تو مجھے پتا چلا کہ جو راحت اور آرام گڈریے کی مفلسانہ زندگی میں مجھے حاصل تھا وہ اس امیرانہ اور حاکمانہ زندگی میں نہیں مل سکتا۔ جن درباروں میں سازشیں، شکایتیں اور جھوٹ کام یاب ہو وہاں خدمت اور ایمان داری کا صلہ قتل کے سوا اور کیا مل سکتا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں واپس جنگل چلا جاؤں اور پھر سے گڈریا بن جاؤں۔" یہ کہہ کر اس نے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا اور اپنی بانسری بجاتا ہوا دربار سے نکل گیا۔ بادشاہ نے بھرے ہوئے دربار پر نظر ڈالی جہاں سیکڑوں امیروں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جس میں گڈریے جیسی سچائی اور خلوص ہو۔

تن درستی ہزار نعمت ہے

شعیب محمد، کراچی

تن درستی ایک بیش بہا دولت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس دنیا میں صحت و تن درستی کی نعمت سے مالا مال ہیں۔ غریب آدمی اگر صحت مند ہو تو اس کی اچھی صحت خود ایک دولت ہے۔ دولت مند آدمی اگر تن درست نہیں تو اس کی دولت اور خوش حالی اُسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

صحت قائم رکھنے کے لیے غذا ہمیشہ سادہ اور خالص کھانی چاہیے۔ خالی پیٹ رہنا مضرِ صحت ہے۔ ہمیشہ صاف غذا اور صاف پانی پینا چاہیے۔

کام کے وقت کام، کھانے کے وقت کھانا اور آرام کے وقت آرام اچھی صحت کا راز ہے۔ دانتوں کی صفائی بھی صحت قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ کھانا ہمیشہ اُسی وقت کھانا چاہیے جب خوب بھوک لگ رہی ہو۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھانے سے صحت متاثر ہوتی ہے اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد دانت ضرور صاف کر لینے چاہییں۔

آدھی ملاقات

● ہر سال کی طرح اس سال بھی نئے سال کی آمد زور و شور سے ہوئی۔ جنوری کا پہلا سورج طلوع ہوتے ہی نئے سال کی کرنیں ہر سُو پھیل گئیں اور لب پہ یہ دُعا آ گئی "اے اللہ اس سال کو سب کے لیے خوشی اور امن کا گہوارا بنا۔ ہمارے ملک میں امن و چین قائم کر دے سب مسلمانوں میں محبّت و اتحاد پیدا کر دے۔" فرزانہ فرید، کراچی

● اب کے نونہال میں "تحفے" کا کالم نہیں تھا۔

فیصل احمد عباسی، جھنگ

تحفے کا کالم ہمدرد نونہال کے صفحہ نمبر ۱۹ پر تھا۔

● کہانیوں میں طعنہ (مجیب ظفر انوار) بہت اچھی تھی۔

نسرین غلام سرور، کراچی

● اگر میں آپ کو کچھ لکھ کر بھیجوں اور آپ کو پسند آ جائے تو آپ نمبر آنے پر چھاپ دیں گے؟ ناصر علی کشمیری، کراچی

ضرور چھاپیں گے۔ ہم نونہالوں کی ہر اچھی تحریر ضرور چھاپتے ہیں۔

● نونہال میں تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ لطیفے بھی نئے تھے۔ پڑھ کر مزہ آ گیا۔ ظفر احمد قریشی، ٹنڈو الہ یار

● لطیفے بھی اچھے تھے اور سب کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔

صائمہ ناز، سیما ناز، سیمین، کراچی

● ٹائٹل بہت اچھا تھا۔ عرفان سلیم، کوٹری

● نونہال بچّوں کی تربیت کے لیے ایک اچھا رسالہ ہے۔

رضوان احمد، عرفان علی، زین العابدین اور جمشید اقبال، گوٹھ رکن الدین

● مغرور شہزادی اور پیار نگر کہانیاں بہت پسند آئیں۔

محمد عمران ذوالفقار، لاہور

● نومبر کے شمارے میں صفحہ نمبر ۱ پر ایک فقرہ میرے خیال میں غلط ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

"رسالے کے آخر میں ایک کارڈ لگا ہوا ہے اسے بھر کر ہمیں بھیج دیں۔"

اس فقرے میں "اُسے بھر کر" کیا رنگ بھر کر بھیجیں؟ کس چیز سے بھر کر بھیجیں یا لکھ کر بھیج دیں۔ میرے خیال میں یہ فقرہ غلط ہے۔ ایک اور جگہ پر نونہال ادب میں نظم "منّو بھیّا" میں آپ نے لفظ بزار استعمال کیا ہے۔ جب کہ صحیح لفظ بازار ہے۔

زاہد منیر، دیپالپور

آپ نے جن دو غلطیوں کی نشان دہی کی ہے وہ دونوں صحیح ہیں۔ فارم بھرنے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کی خالی جگہوں میں ضروری معلومات درج کر دی جائیں۔ صحیح لفظ بازار ہے لیکن نظم میں وزن برابر کرنے کے لیے اسے بزار لکھا گیا ہے۔

● نظم شاعرِ مشرق علامہ اقبال بہت پسند آئی۔

عبدالغفور اور سائرہ بانو کھتری، کراچی

● پیار کا چراغ اور احسان کہانیاں بہت پسند آئیں۔

زبیدہ عمران اور سہیل، کراچی

● پیار نگر (شازیہ) اور "پیار کا چراغ" ابرار محسن اچھی کہانیاں تھیں۔ معلومات بھی کافی تھی۔ عرفان فاروق علی، کراچی

● نونہال میں جس سلسلے کی کمی محسوس کی جا رہی ہے وہ ہے انعامی سلسلہ۔ محمد عمران قادر، ٹنڈو آدم

● نومبر کا رسالہ ہاتھ میں آیا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ رسالہ دن بہ دن ترقی کر رہا ہے۔ ناصر علی جعفری، سیال کوٹ

● کام یاب انسان بننے کا گُر سیکھا۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا۔ عطیہ روبی، پشاور

● میں نونہال اس وقت سے پڑھتی آرہی ہوں جب سے میں نے ہوش سنبھالا۔ یہ رسالہ بہت دل چسپ ہے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس کے معیار کو ذرا سا بڑھایا جائے۔ ہم لوگ جو ذرا سے بڑے نونہال ہیں وہ اور بھی ذریعے چاہتے ہیں اپنے جذبات کے اظہار کا۔ یعنی اب ذرا اس میں تحریری مقابلے ہونے چاہییں۔ نثر میں بھی اور نظم میں بھی۔ شیریں فیروز الدین

● نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ غلام نبی، لاڑکانہ

● اس رسالے میں سب کچھ ہوتا ہے مگر کہانیاں، معلومات، اچھی باتیں، پیاری پیاری نظمیں اور خاص کر حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ سب پر سبقت لے جاتا ہے۔ عبدالرحمن، کراچی

● تمام کہانیاں اچھی تھیں۔

عدنان سلیم اور ندیم مرزا، کوٹلی لوہاراں

● اس مہینے کا شمارہ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

شیر محمد، مقام نامعلوم

● نومبر کا نونہال پڑھا۔ محنت سونے سے بہتر ہے (شیخ محمد سلیم) بے حد پسند آئی۔ اس کے علاوہ طعنہ (مجیب ظفر انوار) پیا رنگر (شازیہ قرحین) مغرور شہزادی (جناب شمساد خاں) ضمیر کی آواز (عظمیٰ تسنیم) معیاری کہانیاں تھیں۔ تحفے ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی پسند آئے۔ اس کے علاوہ کارٹون والے لطیفوں کی تعداد میں اگر اضافے کے لیے غور کیا جائے تو شکر گزار ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک ضروری بات۔ وہ یہ کہ دوست نونہال پڑھنے کے لیے مانگ لیتے ہیں پر واپس نہیں دیتے۔ آپ سے کہنا یہ ہے کہ آپ مہربانی کر کے دوستوں سے کہیے کہ نونہال لیا کریں تو یاد سے واپس بھی کر دیا کریں۔

نامرہ، مقام نامعلوم

> ہاں بھئی! آپ دوستی کا حق ادا کرتی ہیں تو دوستوں کو بھی چاہیے کہ وہ آپ کا رسالہ صحیح سالم حالت میں واپس کیا کریں۔

کام یاب انسان جناب عتیق الرحمٰن صدیقی کی اچھی تحریر تھی۔ اللہ ڈنو، پڈعیدن

● نونہال ادیب میں "شبنم کا تاج" (زلیخا عباس) لاہور (رعائنہ ممتاز) اور "خرگوش اور شیر" (عنبرین صدیقی) نقل شدہ ہیں۔

عدنان صدیق، کراچی

● تمام کہانیاں خاص طور پر ضمیر کی آواز، طعنہ اور مغرور شہزادی بے حد پسند آئیں۔ جیلی فش ڈاکٹر منظور احمد صاحب کی معلوماتی تحریر تھی۔ عارف صدیق راجپوت، کراچی

● سرورق پر بزم ہمدرد نونہال کے نونہالوں کی تصویریں دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس دفعہ کے لطیفے نئے تھے پسند آئے۔ آپ خیال کے پھول کا عنوان بدل کر گلدستہ کر رہے ہیں، یہ تبدیلی بہت مناسب وقت پر ہو رہی ہے۔ نزہت رضوی، کراچی

● مغرور شہزادی اور پیار نگر بہت پسند آئیں۔

محمد اعجاز ریاض، کراچی

● پیار نگر اور احسان اچھے موضوع پر لکھی گئی کہانیاں تھیں۔

محمد شاکر نثار احمد، کراچی

● نومبر کا شمارہ بہت پسند آیا۔ اسد اللہ، ریحان پور

● نونہال علم کے سمندر کی مانند ہے جس کا ہر موتی خیرہ کن چمک دمک سے دوسروں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے۔ اسے آٹھ سالہ بچہ پڑھے یا اسّی سالہ بوڑھا سب کو یکساں متاثر کرتا ہے۔

سید محمد علی مشیر رضوی، لطیف آباد

● خیال کے پھول کے بدلے گلدستہ عنوان بہت اچھا ہے۔ لیکن اس کے صفحے بڑھا دیے جائیں اور گلدستے کو گلدستے جیسا سجایا جائے یعنی اس صفحے کو رنگین کیا جائے۔

نور جہاں شاہ نکیاری، شہداد پور

● نونہال میں ہر بار اعلا سے اعلا تحریریں ہوتی ہیں۔ اس کا معیار بہت اونچا ہو گیا ہے۔ اب پاکستان میں بچوں کے ادب میں اس پائے کا کوئی رسالہ نہیں۔ طاہر مسعود، راول پنڈی

● سرورق سے لے کر آخری صفحے تک بہت ہی شان دار تھا۔

محمد قدیم بیگ مغل، ٹنڈو جام

● نومبر کا شمارہ ہمیشہ کی طرح سبق آموز تھا۔ فخر الزماں، نکو

● میں نونہال باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ محمد جمیل خان، بھریاڑی

● سید یوسف نصراللہ صاحب کی "یہ بھی پڑھیے" پڑھ کر خوشی ہوئی اور معلومات میں بھی اضافہ ہوا۔

محمد عمران نوشیرخان، ہڑانوالہ

● نونہال ایک گلدستے کی مانند ہے۔ جاگو جگاؤ، خیال کے پھول اور پہلی بات اس کے پھول ہیں جن کی خوش بُو سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں اور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

رجب شعبان کلوڑ، کشمور سندھ

● صفحہ ۳۷ پر مضمون "سکندر اعظم" میں پہلی سطر پر لکھا ہے:

سب سے بڑا سپہ سالار اور فاتح سکندر اعظم ۳۵۶ قبل مسیح میں یونان کے شہر پیلا میں پیدا ہوا۔ اور پھر نویں سطر میں لکھا ہے کہ ۳۳۳ قبل مسیح میں اپنے والد کے قتل کے بعد سکندر اعظم تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد گیارہویں، چودہویں، اکیسویں اور آخری پیراگراف میں تیسری لائن میں لکھا ہے ۳۲۳ ق م میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اگر وہ ۳۵۶ ق م میں پیدا ہوا تو ۳۲۳ میں اس کا انتقال کیسے ہوگیا؟ نعمان احمد بشیر، کراچی

> قبل مسیح کے سنہ، عیسوی سنہ سے پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔ ۳۵۶ ق م کا مطلب ہے سکندر اعظم حضرت عیسیٰؑ سے ۳۵۶ سال پہلے پیدا ہوا۔ ۲۳ سال کی عمر میں جب وہ تخت نشین ہوا تو یہ سنہ ۳۳۳ ق م تھا۔ اور پھر دس سال بعد جب وہ مرا تو یہ سنہ ۳۲۳ ق م تھا۔ گویا اس کے مرنے کا سال حضرت عیسیٰؑ سے ۳۲۳ برس پہلے تھا۔ اور پیدائش کا سال ۳۵۶ ق م تھا۔ آسان لفظوں میں ق م کے سنہ اُلٹے چلتے ہیں۔

● سلسلے وار کہانی شائع کریں تو زیادہ مزہ آئے گا۔

محمد اسلم خانزادہ، محمد زمان آرائیں، سلیم احمد کے کے، محمد علی بلوچ، ٹنڈو جان محمد

● لطیفے کوئی خاص نہ تھے۔ حکیم محمد سعید صاحب کے جاگو جگاؤ نے متاثر کیا۔ ثمینہ شیخ، کراچی

● نومبر کا نکھرا نکھرا نونہال بہت پسند آیا۔

عائشہ صدیقی، کراچی

● جاگو جگاؤ کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے۔ حکیم محمد سعید صاحب کی باتیں بہت سبق آموز ہوتی ہیں۔ سحر افشاں، نذیر احمد، کراچی

● جاگو جگاؤ، خیال کے پھول اور کہانیاں ٹھیک ٹھاک تھیں۔

محمد عمر، حیدرآباد

● مجھے تحفے اور گلدستہ بہت پسند ہیں۔ نونہال واقعی ایک معیاری رسالہ ہے۔ خالدہ رفیق، کراچی

● جیلی فش کے بارے میں ڈاکٹر منظور احمد کی تحریر نے معلومات فراہم کیں۔ اخبار نونہال نہ دیکھ کر دُکھ پہنچا۔

رضوان احمد، ریاض احمد، فاروق، عمران، کامران، ابوبکر، اعجاز احمد، ندیم، نعیم، زین العابدین اور نور محمد، ڈگری۔

● ناقابلِ اشاعت تحریروں کے بارے میں ایک الگ صفحہ شائع کیا جائے۔ محمد حسن بابر، صوابی

● نظم علامہ اقبال بہت اچھی تھی۔ تحفے بہت پسند آئے۔ ہمدرد انسائکلو پیڈیا اور مضمون سکندر اعظم پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ ادم پرکاش بھاٹیہ، بیلہ

● کہانیاں اور لطیفے بہت چٹ پٹے تھے۔

تولا رام تبسم، حب چوکی

● کہانیوں میں بچاولن، طعنہ، ضمیر کی آواز، پیار نگر، مغرور شہزادی اور محنت سونے سے بہتر ہے اچھی لگیں۔ مسکراتے رہو کوئی خاص نہ تھے۔ ریاض احمد، جھڈو

● اب نونہال تمام رسالوں سے اچھا جا رہا ہے۔ نونہال میں شائع کی ہوئی ہر چیز اچھی اور سبق آموز ہوتی ہے۔

فوزیہ سلیم، علی پور چٹھہ

● آپ نے یہ رسالہ نکالا جس سے میری اردو خاصی بہتر ہوگئی ہے۔ سلمان، کراچی

● محنت سونے سے بہتر ہے بہت اچھی کہانی تھی۔

محمد مٹل ڈومکی، بختاپور

● کہانیوں میں محنت سونے سے بہتر ہے (شیخ محمد سلیم) اور مغرور شہزادی (شمشاد خان) اچھی تھیں۔

شکیل خان، میرپور خاص

• میں نے نونہال ایک ہی دن میں ختم کر ڈالا۔
محمد ابراہیم، گڈو بیراج

• خیال کے پھول، خیالوں پر چھا گئے۔ کہانیاں عمدہ تھیں۔ جیلی فش کا تو جواب ہی نہیں۔ بہت معلوماتی تھی۔
ایس خادم حسین گل گھنجو، ہنگورہ، سکھر

• ضمیر کی آواز، مغرور شہزادی، محنت سونے سے بہتر ہے اور احسان خاصی اچھی ہیں۔ خالد حسین، مسرانی شہداد کوٹ

• جاگو جگاؤ اور پہلی بات پہلے کی طرح عروج پر نظر آئے اور کشش سے بھرپور ہونے کے ساتھ سبق آموز تھے۔ کام یاب انسان رسالے کی جان تھی۔ اس نے میری زندگی میں اہم کردار ادا کیا۔ مزاحیہ تحریر، بچاولن قابلِ داد ہے۔ ضمیر کی آواز نے ایمان تازہ کیا۔ محمد اکرم سیالوی، تحصیل ننکانہ صاحب

• ہمیں اپنی کہانی واپس پاکر بہت خوشی ہوئی۔ اس لیے کہ آپ نے ہماری کہانی کو غور سے پڑھا۔
ظفر احمد قریشی، ٹنڈو الہ یار

• نومبر کا شمارہ پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔
حمیرا عبدالرزاق، حیدر آباد

• جیسے ہی رسالہ کھولا تو سامنے جاگو جگاؤ مسکرا رہا تھا اور اس کے پیچھے پہلی بات پڑھی تو دل بولا واقعی حکیم محمد سعید صاحب اور برکاتی صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ نعیم یوسف، کراچی

• خیال کے پھول اور جاگو جگاؤ کی روشنی سے دل منور ہوا۔ محنت سونے سے بہتر ہے اور پیار نگر اچھی کہانیاں تھیں۔ جنگلی حیوانات کا سلسلہ اچھا جا رہا ہے۔ لطیفے بھی اچھے تھے۔ نظم علامہ اقبال بہترین تھی۔ طاہر محمود ہاشمی، خان پور

• سچ پوچھیے تو نونہال واحد رسالہ ہے جو ہم نونہالوں کی بھرپور رہنمائی و حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لب پر اس کی ترقی کے لیے دعائیں رہتی ہیں۔ عظمیٰ تبسم، کراچی

• یہ ایک ایسا رسالہ ہے جسے پڑھنے سے لطف کے ساتھ ساتھ کافی معلومات بھی ملتی ہے۔ یہ ایک انقلابی رسالہ ہے جس کی تعریف کے لیے الفاظ ہی نہیں ملتے۔ عبدالحکیم خان، کامل پور موسیٰ

• مجھے جاگو جگاؤ کے علاوہ طب کی روشنی میں، سوال و جواب اور ہمدرد انسائکلو پیڈیا بہت پسند ہے۔
سمیعہ مسعود اور ماجدہ مسعود، بہاول پور

• حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ اور بچا مسعود کی پہلی بات دل کو بہت بھاتی اور اگر یہ چیزیں رسالے سے نکال دی جائیں تو رسالہ بے جان لگتا ہے۔ محمد شفیق، کوٹ بدر دین خاں

• اس دفعہ اخبارِ نونہال کو نہ پاکر بہت مایوسی ہوئی۔
مرزا جواد منیر، کراچی

• ضرورت اور پسند کی ہر کہانی اور نظم موجود تھی۔ جناب شمشاد علی خاں، جناب شان الحق حقی اور جناب مجیب ظفر انوار کی کہانیاں نمبر لے گئیں۔ انتھونی میلڈا اور نیلی میلڈا، کراچی

• سرورق پر نونہالانِ وطن کو دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ سعید الکل کے جاگو جگاؤ نے ہمیشہ کی طرح بے حد متاثر کیا۔ قدسیہ یاسمین، سکھر

• جاگو جگاؤ سے اس شمارے کے مشکل الفاظ تک پڑھ لیا۔ یہ ایک صفحے کی نونہال لغت بھی اچھی ہے۔ جاگو جگاؤ میں اس شان دار طریقے سے حکیم محمد سعید صاحب نصیحتیں فرماتے ہیں کہ مثال نہیں ملتی۔ نظم پارہ نظمی، شہداد پور

• کہانیاں تو سب ہی اچھی تھیں لیکن محنت سونے سے بہتر، مغرور شہزادی، احسان اور ضمیر کی آواز بہت پسند آئیں۔
غفار احمد

• جاگو جگاؤ اور خیال کے پھول پڑھنے سے ہمیں بہت سی نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ رفیق احمد خان قائم خانی، سامارو شہر

• تازہ شمارہ حسبِ سابق خوب صورت نظموں اور دل چسپ کہانیوں سے بھرپور تھا۔ شان الحق حقی کی بچاولن، شازیہ فرحین کی پیار نگر اور عدیلہ کیانی کی احسان بہترین کہانیاں تھیں۔ جرمن لوک کہانی مغرور شہزادی بھی پسند آئی۔ سکندر اعظم پر معلومات افزا تحریر بھی اچھی تھی۔ محمد حسن رضا گوندل، منڈی بہاء الدین

• طمع، احسان اور پیار نگر اچھی کہانیاں تھیں۔ لطیفے بھی نئے اور بہت اچھے تھے۔ تحفے بھی بہترین تھے۔ فوزیہ محمد ایوب، کراچی

• کہانی محنت سونے سے بہتر ہے پسند آئی۔ زینت عباسی، کراچی

● نومبر کا رسالہ سبق آموز کہانیوں پر مشتمل تھا۔
نور محمد آفریدی، کراچی

● اکتوبر کا رسالہ بہت اچھا تھا۔ ظفر احمد قریشی، ٹنڈو الہ یار

● نظم او بچے ارادے پسند آئی۔ کہانیوں میں ضمیر کی آواز، پیار نگر، پیار کا چراغ اور احسان اچھی تھیں۔ لطیفے بھی مزے دار تھے۔
سائرہ رحمانی، ملتان

● سرورق پر نونہال جگمگا رہے تھے۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بہت خوب تھے۔ احسان لاجواب کہانی تھی۔ اعجاز الیاس، کراچی

● نومبر کا نونہال مضامین کے اعتبار سے بہترین رہا۔
محمد عرفان میمن، سکھر

● جاگو جگاؤ میں ہمیشہ کی طرح آپ کی سبق آموز باتیں تھیں۔ پڑھ کر علم میں اضافہ ہوا۔ کام یاب انسان، بچاؤ لن، ضمیر کی آواز، طعنہ، محنت سونے سے بہتر ہے بہترین کہانیاں تھیں۔
شہر بانو انصاری، ملتان

● کہانی مغرور شہزادی (شمشاد خاں) نے تو ہمارا دل جیت لیا۔
نصیر احمد، نوید احمد اور عینی، کراچی

● اس ماہ کا نونہال پسند آیا۔ اس کا ہر رُخ ایک دلفریب منظر پیش کر رہا تھا۔ حامد علی شاہد، لاوہ

● تازہ نونہال ہمارے ہاتھ میں آ چکا ہے اور ہم اسے ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے۔
ساجدہ سرور، کراچی

● نومبر کا رسالہ بہترین تھا۔ جاوید حسین، کوٹ غلام محمد

● کام یاب انسان بہت پسند آیا۔
جمیلہ اسمٰعیل، ثمینہ اسمٰعیل اور شہزاد اسمٰعیل، کراچی

● مشیر صدیقی صاحب کی بنائی ہوئی تصویریں دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ فرح ناز، کراچی

● نومبر کے شمارے نے خط لکھنے پر مجبور کر دیا۔ یہ شمارہ ہمیں اتنا پسند آیا کہ جس کا جواب نہیں۔
شاہدہ خادم اور رابعہ اختر، جھڈو

● میں دو سال سے نونہال پڑھ رہا ہوں۔ اس میں بہت اچھے مضمون شائع کیے جاتے ہیں۔ عبدالرحمن، فیصل آباد

● ہمدرد نونہال چار سال سے بلا ناغہ خرید رہی ہوں۔ یہ رسالہ مجھے تمام رسالوں سے منفرد لگتا ہے کیوں کہ اس میں اچھی اور معیاری کہانیاں ہوتی ہیں۔ شازیہ معین، کراچی

● آپ لوگ بچوں کی پسند کی نظمیں اتنی چھاپنے لگے ہیں کہ جس بچے کا دل رسالے میں نام چھپوانے کو چاہتا ہے وہ کسی شاعر کی تحریر کردہ نظم آپ کے پاس بھیج دیتا ہے اور آپ لوگ چھاپ دیتے ہیں۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ یہ بات غلط ہے۔ رسالے میں اپنا نام دیکھ کر اس قدر خوش ہو جاتا ہے اور اس خوش فہمی کا شکار ہو جاتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا شاعر بن گیا ہو اور جس شاعر نے اصل میں نظم لکھی ہے اس کا نام لکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ کبھی خود لکھنے کی کوشش نہیں کرتا اور اچھے شاعروں کی نظمیں آپ کے پاس بھیج کر اور نام چھپوا کر خوش ہو جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ پسند کی گئی نظموں کو چھاپنا بند کیجیے اور خود بچے کی لکھی ہوئی نظمیں چھاپیں۔ بچے کی طرف سے کسی دوسرے شاعر کی نظم نہ چھاپیں۔ شمارے میں ہر نظم پسند کی گئی ہوتی ہے۔
غضنفر مشکور صدیقی، کراچی

بڑے شاعروں کی لکھی ہوئی نظموں میں سے جب کوئی نونہال بہت اچھی نظم پسند کرتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اچھے ادب کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن صرف رسالے میں اپنا نام چھپوانے کے لیے بے لطف نظم بھیجنا مناسب نہیں۔ اس سے نونہال کی لیاقت ظاہر نہیں ہوتی۔ جب بھی کسی کی نظم بھیجی جائے تو اس شاعر کا نام ضرور لکھنا چاہیے۔

● نونہال کا ہر شمارہ خوب سے خوب تر ہوتا ہے۔
ثمرہ حمید، کراچی

● جاگو جگاؤ نے بہت متاثر کیا۔ محمد رشید، پڈعیدن

● صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق شہید پر مضمون بہت پسند آیا۔ مختیار احمد انجم پروانہ، منیر احمد راشد ملک شفیق وارن، محمد اظہار امین شاکر، زیڈ۔ اے شاد، اوچ شریف

● جاگو جگاؤ اور پہلی بات خوب رہے۔ اسد حمید، کراچی

- نومبر کے ادیب میں کہانی خرگوش اور شیر نقل شدہ ہے۔
جاوید شبیر بربرہ، علی پور
- لطیفے چٹ پٹے تھے۔ ظفر احمد قریشی، ٹنڈو الہ یار
- جاگو جگاؤ نے بہت متاثر کیا۔ بلال الرحمن، گوجرانوالہ
- نومبر کا شمارہ اچھا تھا۔ سرورق کوئی خاص نہ تھا۔
ہما منظر، اور آصف منظر، کراچی
- اکتوبر کا شمارہ پسند آیا مگر سرورق خاص نہ تھا۔
منیزہ مقبول خاں، کراچی
- حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ تو بہت ہی پسند آیا۔ یہ ہر رسالے کی زینت ہوتا ہے۔ نظموں میں علامہ اقبال، نمازی بنو، اونچے ارادے اور قائد اعظم بہت پسند آئیں۔
شفاعت علی، کوٹ غلام محمد
- پیار نگر، پیار کا چراغ اور مغرور شہزادی اس شمارے کی بہترین کہانیاں تھیں۔ ضمیر کی آواز ایک نصیحت آموز کہانی تھی۔
راجا راشد بشیر، کراچی
- لطیفے اس بار نئے تھے۔
محمد سعید گلاب اور کوثر گلاب، کراچی
- پیار کا چراغ، محنت سونے سے بہتر ہے، اونچے ارادے اور صدر محمد ضیاء الحق شہید پر مضمون پسند آیا۔
عفر حیات شاکر اور محمد اسلم حیات، ڈوکہ
- ہمارے پیارے نونہال رسالے نے اس مرتبہ بھی ہمیشہ کی طرح خوب مزہ دیا۔ محمد ارشد آزاد، طارق اسلم قریشی اور ثناء اسلم قریشی، کراچی
- جاگو جگاؤ نے دل پر گہرا اثر چھوڑا۔ محمد عطاالحق، تور ڈھیر
- طب کی روشنی والا کالم ہمارے لیے بہت مفید ہے۔
منیر احمد، چھمبر
- قارئین کی عدالت میں اپنا اور اپنے بھائی کا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ شاہد علی نور پیچوھو، لاڑکانہ
- علامہ اقبال اور سکندر اعظم پر مضامین نے معلومات میں اضافہ کیا۔ ظہیر الدین یوسفانی، میرپور خاص
- علامہ اقبال اور رسولِ پاکؐ کے بارے میں خوب صورت مضامین اور جناب مجیب الرحمن آگرو کا "سکندرِ اعظم" خوب ہیں۔ جاگو جگاؤ میں اس بار حکیم صاحب مِل جُل کر رہنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ پہلی بات کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ اقوالِ حیات اور دوسرا رسالے کے بارے میں ہے۔ آنجہانی تلوک چند مرحوم کی نظم اونچے ارادے بہت خوب صورت لگی۔ جی ہاں جناب شان الحق حقی صاحب کی تحریر کا ٹکڑا، چاولن بہت خوب صورت لگا۔ حقی صاحب نظم کے ساتھ ساتھ نثر کے بھی بہت اچھے کاری گر ہیں۔ کہانیوں میں اس مرتبہ "پیار نگر" پہلے نمبر پر، "طعنہ" دوسرے نمبر پر اور "ضمیر کی آواز" تیسرے نمبر پر رہیں۔ ایک خاص بات جو اچھی لگتی ہے وہ یہ کہ اب ہمدرد نونہال کے بڑے صفحات پر نونہال ادیبوں کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ بُشرہ ظفر انوار، کراچی
- بزم ہمدرد نونہال صرف بڑے شہروں میں ہی منعقد ہوا کرتی ہے۔ بزم ہمدرد نونہال کی ضرورت گاؤں اور قصبوں میں زیادہ ہے۔
نجمہ نور، لطیف آباد
- کہانیوں میں ضمیر کی آواز، طعنہ اور صدر مملکت پر خاص مضمون بہت پسند آیا۔ نظم میں "چاند اور میں" بہت اچھی نظم تھی۔
ضمران افضل بھٹی، ٹنڈو جان محمد

ان نونہالوں کے نام جن کے خط جگہ کی کمی کے باعث شائع نہیں ہو سکے۔

کراچی:۔ محمد عمران، رضوانہ منیر، عادالغفور سلیمی، قیصر خان، ناصر خان، محمد صابر، صائمہ ممتاز، محمد نذیر بھٹی، نازیہ شمیم، افضل غلام عباس، محمد اخلاق قریشی، کرن تنویر، ابوبکر ناز، ببو رحمانی، سارہ، سعیدہ صدیق۔ ملتان:۔ محمد جہاں زیب، خالد حسین۔ لودھراں:۔ مونا نامہ نور۔ راول پنڈی:۔ عائشہ سحر۔ بھکّر:۔ اشفاق احمدراں۔ پشاور:۔ گل نثر علی سنی۔ مکلی:۔ ممتاز احمد قریشی۔ سکھر:۔ صلاح الدین عباسی۔ گوجرانوالہ:۔ شبانہ عندلیب۔ فیصل آباد:۔ محمد امجد حسین انصاری۔ خیرپور میرس:۔ نور محمد، ذکیہ وسیم اکرم۔ لاہور:۔ دردانہ یاسمین۔

معلوماتِ عامّہ ۲۷۱ کے صحیح جوابات

ہم سے بعض نونہال یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہماری تصویر کیوں شائع نہیں کی گئی، جب کہ ہمارے تمام جوابات درست تھے۔ بات یہ ہے کہ جن کی عمر اچھی ہو گئی ہے یا وہ اپنی عمدہ صحت کی وجہ سے ماشاء اللہ جوان معلوم ہوتے ہیں، اُن کی تصویریں نونہالوں کے ساتھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اس لیے ہم ذرا تامّل کرتے ہیں۔ ویسے بھی اصل چیز تو نام ہے نام بڑا انعام۔

۱۔ ۱۰ ہجری مطابق ۶۳۲ء کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا تھا اُس کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ مشہور کتاب "بہشتی زیور" مولانا اشرف علی تھانوی کی تصنیف ہے۔

۳۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم تھے اور دوسرے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین تھے۔

۴۔ ہندستان کی تاریخ میں سلطان ناصر الدین محمود ایک ایسا بادشاہ گزرا ہے جس کو درویش بادشاہ کہتے ہیں۔

۵۔ دولھا یا دلھن کی تعریف میں گائے جانے والے گیت کو بلوچی زبان میں ہالو کہا جاتا ہے۔

۶۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ اونچائی پر واقع آتش فشاں چوٹی کا نام "کوتوپاکسی" ہے۔ یہ سطحِ سمندر سے ۱۹۶۱۲ فیٹ بلند ہے اور ملک ایکواڈور میں واقع ہے۔

۷۔ روسی خلاباز ایک بار بھی چاند پر نہیں گئے۔

۸۔ وھیل کے پیٹ سے خوش بُو دار مادّہ عنبر حاصل ہوتا ہے۔

۹۔ چارلس ڈیگال فرانس کے صدر تھے۔

۱۰۔ حیاتین د (وٹامن ڈی) ہڈیوں اور دانتوں کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

△

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

روشن علی زیدی، کراچی
سلمٰی، لاہور
مقبول احمد، ملتان
ندیم احمد خان، پشاور

نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی
نازش گلزار علی
سنبل گل
مہوش امداد
رضوانہ سعید
دُردانہ سعید
محمد عباس
ضیغم عباس
ریحانہ سعید
جعفر عباس
سید اسد اللہ جعفری
محمد غیاث احمد صدیقی
شارق شمیم
سانگھڑ
راجیش کھنہ
شاہد نذیر آرائیں
غلام مصطفےٰ لغاری بلوچ
غلام رسول پارس
عمر ندیم یوسف زئی
محمد شاہد راجپوت
فرید احمد قریشی
محمد امین سیف الملوک
سنجھورو
سید نوید علی ہاشمی
عاشق حسین نازش
ذوالفقار حیدر
محمد طاہر آرائیں

مطبوعات ہمدرد کراچی میں مندرجہ ذیل کتب فروشوں سے دست یاب ہیں۔

۱ ۔ علمی کتاب گھر، اردو بازار
۲ ۔ مکتبہ بُرہان، اردو بازار
۳ ۔ کراچی بک ڈپو، اردو بازار
۴ ۔ الحمد بُک ڈپو، اردو بازار
۵ ۔ یونائیٹڈ بُک کارپوریشن، اردو بازار
۶ ۔ شیخ شوکت علی اینڈ سنز، اردو بازار
۷ ۔ ویلکم بُک پورٹ، اردو بازار
۸ ۔ البدر بُک کارپوریشن، پریڈی اسٹریٹ صدر
۹ ۔ طاہر بک ڈپو، صدر
۱۰ ۔ رائل بُک کمپنی، کوآپریٹو مارکیٹ صدر
۱۱ ۔ طاہر نیوز پیپر اینڈ بک اسٹال، صدر
۱۲ ۔ اسٹینڈرڈ پبلشنگ ہاؤس صدر
۱۳ ۔ ایس۔ایم۔میر، تالپور روڈ بولٹن مارکیٹ
۱۴ ۔ مدینہ پبلشنگ ہاؤس، ایم۔اے جناح روڈ
۱۵ ۔ عباسی کتب خانہ، جونا مارکیٹ
۱۶ ۔ الف لیلٰی کتاب گھر، خورشید مارکیٹ حیدری

نونہال لغت

دفینہ — دَ فی نا : گڑا ہوا یا چھپا ہوا خزانہ، دبا ہوا مال۔

جتن — جَ تَ نْ : ڈھنگ، کوشش۔

عائد کرنا — عا اِ دْ : لگانا مثلاً پابندی عائد کرنا۔

منزلت — مَنْ زِ لَتْ : عزت، توقیر، اعزاز، وقعت۔

ازبر — اَ زْ بَرْ : یاد، زبانی یاد، حفظ۔

شوشہ — شُو شَہ : چٹکلا، شرارت کی بات، حرف کے دندانے، جیسے س کے شوشے۔

حبس — حَ بْ سْ : بند، قید، قید خانہ، اُمَس

ولولہ — وَلْ وَ لا : جوش و خروش، اُمنگ۔

آستانہ — آس تا نہ : دہلیز، چوکھٹ، مکان، درگاہ، بارگاہ۔

لپکا — لَپْ کا : بُری عادت، مزہ، چسکا۔

جگ — جَگ : دنیا، لوگ، لوٹا، صراحی۔

خستہ حالی — خَسْ تا حالی : بدحالی

مال و منال — مالو مَ نال : مال و دولت، جاگیر، جائداد۔

حیلہ — حی لا : بہانہ، فریب۔

خال خال — خال خال : کوئی کوئی۔

سادہ لوح — سادا لَوح : سیدھا سادا، بے وقوف۔

فلک بوس — فَ لَک بُوس : آسمان کو چومنے والا یعنی بہت اونچا۔

زمیں بوس ہونا — زَمیں بُوس : زمین کو چومنا یعنی گر جانا۔

لُکنت — لُکْ نَتْ : ہکلا پن، رُک رُک کر بولنے کی عادت، بات کرنے میں عاجز رہنا۔

خلقی — خِلْ قی : پیدائشی۔

عنادل — عَ نا دِ لْ : عندلیب کی جمع، بلبل۔

منہمک — مُنْ ہَ مِکْ : کسی کام میں پوری توجہ سے مصروف۔

مکروہ — مَکْ رُ وہ : وہ چیز جس سے کراہیت کی گئی ہو، ناپسندیدہ۔

بدظن — بَدْ ظَنْ : بدگمان

تلاطم — تَ لا طُمْ : پانی کے تھپیڑے، جوش، ولولہ۔

نفری — نَ فَ رِی : آدمیوں کی تعداد، مزدور، قُلی۔

کوتاہ — کو تا ہ : چھوٹا، کم، تھوڑا، بونا، پستہ۔

سُوجھنا — سُو جھ نا : نظر آنا، دکھائی دینا۔

تصرف — تَصَرْ رُ ف : قبضہ، اختیار

مقدور بھر — مَق دُور بھر : طاقت کے مطابق، اہلیت کے مطابق۔

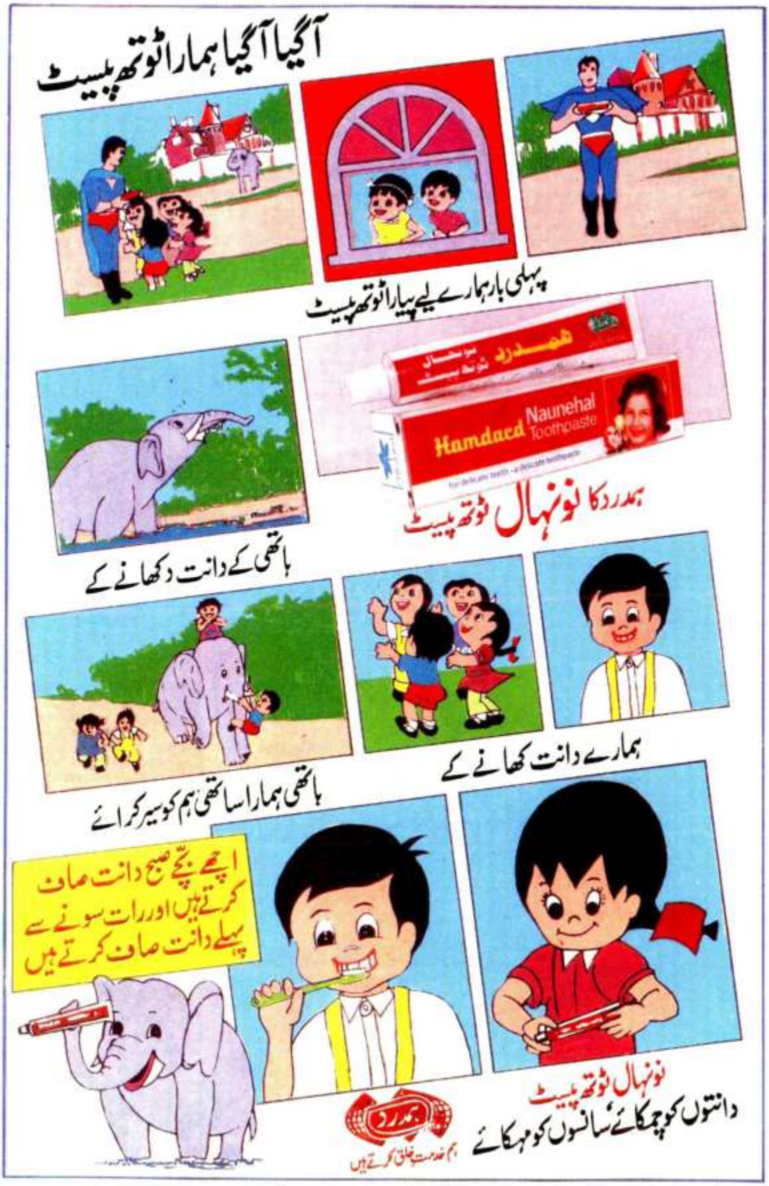

آگیا آگیا ہمارا ٹوتھ پیسٹ
پہلی بار ہمارے لیے پیارا ٹوتھ پیسٹ
Hamdard Naunehal Toothpaste
ہمدرد کا نونہال ٹوتھ پیسٹ
ہاتھی کے دانت دکھانے کے
ہمارے دانت کھانے کے
ہاتھی ہمارا ساتھی ہم کو سیر کرائے
اچھے بچے صبح دانت صاف کرتے ہیں اور رات سونے سے پہلے دانت صاف کرتے ہیں
نونہال ٹوتھ پیسٹ
دانتوں کو چمکائے سانسوں کو مہکائے
ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں

جنوری ۱۹۸۹
ہمدرد
نونہال
رجسٹرڈ ایم نمبر ۶۹